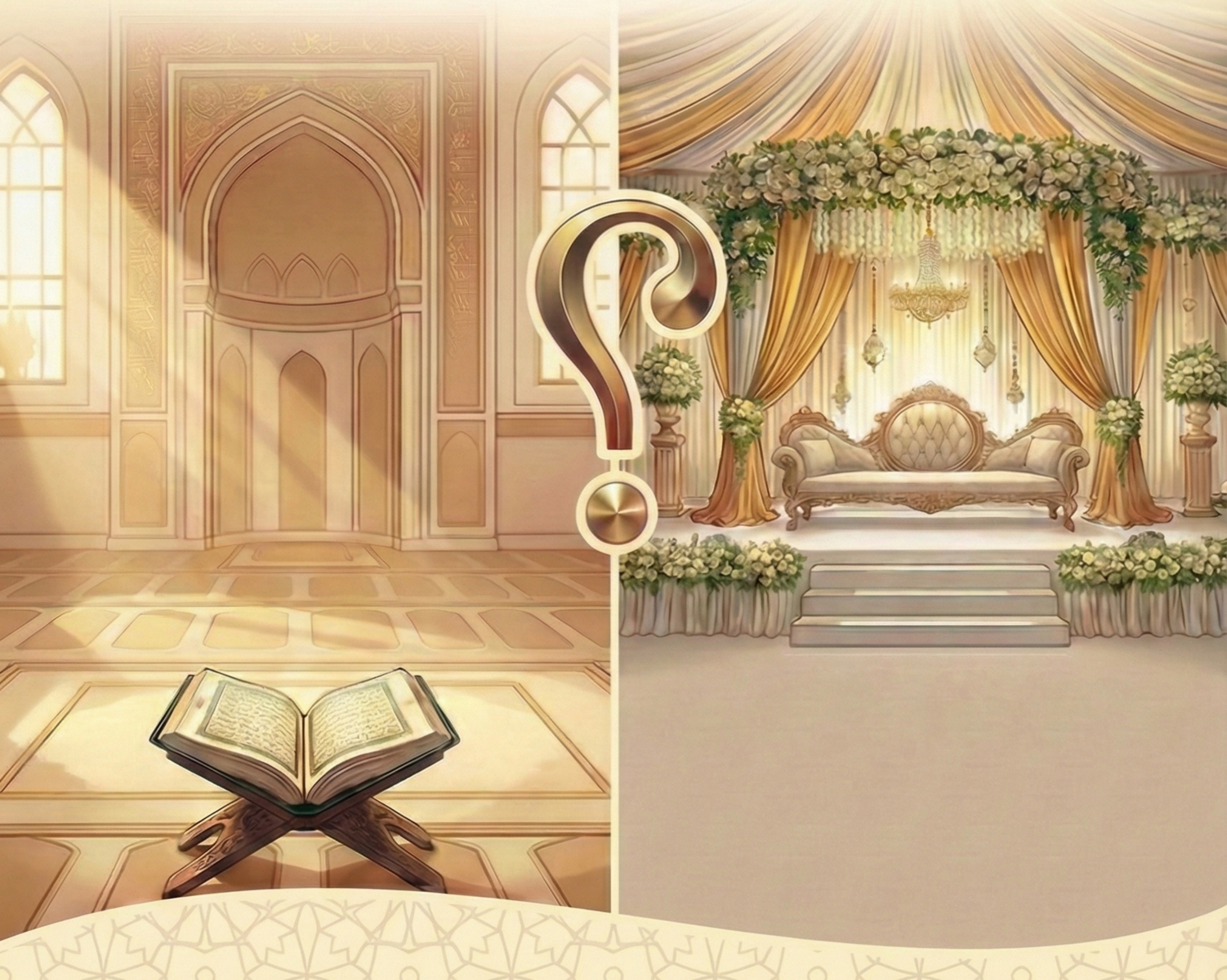
نکاح سنّت یا رسم؟

مصنف: ماسٹر ارسلان بندول



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نکاح سنت یا رسم؟

ذات برادری، معاشرتی رسم ورواج اور نکاح کو مشکل بنانے والے رویّوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں ایک اصلاحی مطالعہ

مصنف
ماسٹر ارسلان بندول

سنِ تالیف
جمادی الآخر 1447ھ دسمبر 2025ء

اصلاحِ معاشرہ اور سنتِ نبوی ﷺ کے فروغ کے لیے ایک ادنیٰ کوشش

یہ کتاب اس نیت سے لکھی گئی ہے کہ نکاح کو آسان کیا جائے اور ان رسموں کی نشاندہی کی جائے جو شریعت کا حصہ نہیں مگر آج دین اور معاشرے کا لازمی جزو سمجھ لی گئی ہیں۔

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

اسلام ایک کامل اور فطری دین ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے واضح اور متوازن رہنمائی عطا کی ہے۔ اسلام نے جن بنیادی معاملات کو خصوصی اہمیت دی ہے، ان میں نکاح کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نکاح صرف ایک معاشرتی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس عبادت، سنتِ نبوی ﷺ اور انسانی فطرت کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے عفت و پاکدامنی محفوظ رہتی ہے، خاندان وجود میں آتا ہے اور ایک صالح معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج کے دور میں، جبکہ انسان ترقی کے دعوے کر رہا ہے، وہیں نکاح جیسی آسان اور بابرکت سنت کو دن بہ دن مشکل بنایا جا رہا ہے۔ شادی کو سادگی اور سہولت کے بجائے نمود و نمائش، رسم و رواج اور غیر ضروری مطالبات کا مجموعہ بنا دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان خواہش کے باوجود نکاح سے محروم رہ جاتے ہیں، لڑکیوں کے رشتے محض مالی معیار کی بنیاد پر رد کر دیے جاتے ہیں، اور معاشرہ بے شمار اخلاقی اور سماجی مسائل کی لپیٹ میں آتا جا رہا ہے۔

اس خرابی کی ایک بڑی وجہ ذات برادری، اونچ نیچ اور برتری کا وہ تصور ہے جسے اسلام نے صدیوں پہلے ختم کر دیا تھا، مگر بدقسمتی سے آج مسلمان معاشروں میں یہ دوبارہ پوری شدت کے ساتھ زندہ ہو چکا ہے۔ انسان کو انسان سے کمتر سمجھنا، خاندان اور برادری کی بنیاد پر فیصلے

کرنا، اور تقویٰ کے بجائے حسب و نسب کو معیار بنانا وہ رویّے ہیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں بلکہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بھی ہیں۔

اسی طرح شادی کے موقع پر جہیز، بارات اور دیگر معروف رسموں کے ساتھ ساتھ ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی شرطیں اور مطالبات بھی عام ہو چکے ہیں جنہیں لوگ رسم ہی نہیں سمجھتے، مگر یہی چیزیں نکاح میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ سونے اور چاندی کی مقدار طے کرنا، مہنگے تحائف کی فہرستیں، مخصوص دعوتوں کا تقاضا، اور "ہماری برادری میں ایسا ہی ہوتا ہے" جیسے جملے دراصل نکاح کو آسان بنانے کے بجائے اسے ایک بوجھ بنا دیتے ہیں۔

یہ کتاب "نکاح: سنت یا رسم؟" اسی احساسِ ذمہ داری کے تحت تحریر کی گئی ہے۔ اس کا مقصد کسی فرد، خاندان یا برادری پر تنقید کرنا نہیں، بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں یہ واضح کرنا ہے کہ اسلام نکاح کو کس قدر آسان، سادہ اور بابرکت بنانا چاہتا ہے، اور ہم نے اسے کس طرح غیر ضروری رسموں اور غلط تصورات کی نذر کر دیا ہے۔

اس کتاب میں پہلے موجودہ معاشرتی خرابیوں کا جائزہ لیا جائے گا، پھر ذات برادری اور نکاح کو مشکل بنانے والے رویّوں کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا، اور اس کے بعد قرآن مجید کی آیات، نبی کریم ﷺ کی احادیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی نمونوں کی روشنی میں اصلاح کا راستہ دکھایا جائے گا۔ آخر میں والدین، نوجوانوں اور معاشرے کے ذمہ دار افراد کے لیے چند عملی تجاویز بھی پیش کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی کوشش کو اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے، اس کتاب کو اصلاحِ معاشرہ کا ذریعہ بنائے، اور ہمیں سنتِ نبوی ﷺ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا ربّ العالمین۔

فہرستِ مضامین

باب ۱

آج کے معاشرے میں نکاح کو مشکل بنانے کا المیہ

موجودہ صورتِ حال کا جائزہ

آج کا مسلمان معاشرہ بظاہر ترقی، آسائش اور سہولتوں کے دور سے گزر رہا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اخلاقی اور خاندانی سطح پر ہم شدید بحران کا شکار ہیں۔ خاص طور پر نکاح جیسے مقدس اور فطری عمل کو جس قدر مشکل بنا دیا گیا ہے، اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ نکاح جو کبھی سادگی، آسانی اور برکت کی علامت تھا، آج غیر ضروری رسموں، مالی مطالبات اور سماجی دباؤ کی وجہ سے ایک مشکل مرحلہ بن چکا ہے۔

نوجوان خواہش کے باوجود نکاح نہیں کر پاتے، والدین معاشرتی دباؤ کے باعث فیصلے مؤخر کرتے رہتے ہیں، اور لڑکیوں کے رشتے محض اس بنیاد پر رد کر دیے جاتے ہیں کہ مطلوبہ معیار پورا نہیں ہو رہا۔ یہ صورتِ حال نہ صرف فرد کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ پورے معاشرے کو اخلاقی بگاڑ کی طرف لے جا رہی ہے۔

آسان سنت کا مشکل بن جانا

نبی کریم ﷺ کے دور میں نکاح نہایت سادہ، آسان اور بابرکت ہوا کرتا تھا۔ مہر معمولی ہوتا، تقریبات مختصر ہوتیں اور اصل توجہ تقویٰ، اخلاق اور دین پر ہوتی تھی۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے اس آسان سنت کو بے شمار غیر ضروری شرطوں اور رسموں میں جکڑ دیا ہے۔

آج نکاح کی بات آتے ہی اخراجات، معیارِ زندگی، تقریبات اور سماجی نمائش کا تصور غالب آ جاتا ہے۔ یہی چیز نکاح کو مشکل اور بوجھ بنا دیتی ہے، حالانکہ شریعت کا مقصد اس کے بالکل برعکس ہے۔

عمومی خرابیوں کا ذکر

معاشرے میں نکاح سے متعلق کئی عمومی خرابیاں پائی جاتی ہیں جنہیں لوگ برائی سمجھنے کے بجائے روایت کا نام دے دیتے ہیں۔ غیر ضروری تاخیر، بلاوجہ تحقیق، مالی حیثیت کو معیار بنانا، اور لوگوں کے طعنوں سے خوف کھانا انہی خرابیوں میں شامل ہیں۔

یہ تمام عوامل مل کر نکاح کو مشکل بناتے ہیں اور بالآخر نوجوانوں کو غلط راستوں کی طرف دھکیلنے کا سبب بنتے ہیں، جس کے نتائج پورا معاشرہ بھگتتا ہے۔

ذات برادری، اور مالی مطالبات

موجودہ مسلم معاشرے میں نکاح کو مشکل بنانے والی خرابیوں میں سب سے نمایاں خرابی ذات برادری کا وہ تصور ہے جسے اسلام نے صدیوں پہلے ختم کر دیا تھا۔ آج بھی بہت سے گھروں میں نکاح کے فیصلے دین اور اخلاق کے بجائے خاندان، ذات اور برادری کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔ اگر لڑکا یا لڑکی دین دار، بااخلاق اور ذمہ دار ہو، مگر برادری مختلف ہو، تو اکثر ایسے رشتوں کو بغیر کسی شرعی وجہ کے رد کر دیا جاتا ہے۔

یہ طرزِ فکر نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ معاشرے میں نفرت، تعصب اور طبقاتی تقسیم کو بھی جنم دیتا ہے۔ قرآن مجید نے واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، نہ کہ وہ جو کسی خاص خاندان یا نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کے باوجود آج مسلمان خود اپنے ہاتھوں سے ان جاہلانہ تصورات کو زندہ کیے ہوئے ہیں جنہیں اسلام نے مٹانے کے لیے قربانیاں دی تھیں۔

اسی طرح رسم ورواج بھی نکاح کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ بن چکے ہیں۔ بارات کی شان وشوکت، مہنگی تقریبات، غیر ضروری دعوتیں اور دکھاوے پر مبنی انتظامات نکاح کو ایک عبادت کے بجائے ایک سماجی نمائش بنا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ نہ صرف مالی دباؤ کا باعث بنتا ہے بلکہ بہت سے گھروں میں تاخیر اور رکاوٹ کا سبب بھی بنتا ہے۔

ان رسموں کے ساتھ ساتھ مالی مطالبات نے بھی نکاح کو مشکل بنا دیا ہے۔ جہیز کو اگرچہ لوگ صرف ایک روایت کہتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہی روایت اکثر نکاح کے راستے میں سب سے بڑی دیوار بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ سونے چاندی کی مقدار طے کرنا، قیمتی تحائف کی فہرستیں بنانا، مخصوص دعوتوں کا تقاضا اور مختلف بہانوں سے رقم کا مطالبہ کرنا ایسے امور ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ تمام خرابیاں مل کر نکاح کو آسان بنانے کے بجائے ایک بوجھ بنا دیتی ہیں۔ نتیجتاً نوجوانوں

کی شادیاں تاخیر کا شکار ہوتی ہیں، معاشرے میں بے راہ روی بڑھتی ہے، اور وہ مسائل جن سے اسلام نکاح کے ذریعے بچانا چاہتا ہے، وہی مسائل عام ہو جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام غیر اسلامی رویّوں پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور نکاح کو دوبارہ اس کی اصل سادگی اور برکت کی طرف لوٹایا جائے۔

نکاح میں تاخیر اور اس کے بڑھتے ہوئے اثرات

نکاح میں بلاوجہ تاخیر آج کے مسلم معاشرے کا ایک سنگین اور خطرناک مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ جب نکاح کو غیر ضروری شرائط، مالی تقاضوں اور سماجی معیار سے جوڑ دیا جاتا ہے تو اس کا سب سے پہلا اثر یہی ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی شادیاں وقت پر نہیں ہو پاتیں۔ ایک ایسا عمل جسے اسلام نے جوانی کے آغاز میں آسانی سے انجام دینے کی ترغیب دی ہے، وہ آج عمر کے ایک طویل حصے کے بعد بھی ممکن نہیں رہتا۔

نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فطری جذبات، خواہشات اور ضروریات کے ساتھ جوانی میں قدم رکھتے ہیں۔ اسلام نے ان جذبات کو دبانے کے بجائے نکاح کے ذریعے پاکیزہ راستہ فراہم کیا، تاکہ انسان گناہ، بے راہ روی اور ذہنی انتشار سے محفوظ رہے۔ لیکن جب نکاح میں تاخیر ہوتی ہے تو یہی فطری تقاضے انسان کے لیے آزمائش بن جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ذہنی دباؤ، بے چینی، احساسِ محرومی اور بعض اوقات شدید نفسیاتی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

نکاح میں تاخیر کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ معاشرے میں غیر شرعی اور غیر اخلاقی راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ جب حلال کو مشکل بنا دیا جائے تو حرام خود بخود آسان محسوس ہونے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے معاشروں میں جہاں نکاح مشکل ہو، وہاں بے حیائی، ناجائز تعلقات اور خاندانی نظام کی کمزوری عام ہو جاتی ہے۔ یہ صرف فرد کا نہیں بلکہ پورے معاشرے کا نقصان ہے۔

لڑکیوں کے معاملے میں نکاح میں تاخیر کے اثرات اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ بہت سی لڑکیاں محض اس وجہ سے برسوں گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں کہ ان کے والدین مطلوبہ مالی معیار یا برادری کا رشتہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ وقت گزرتا جاتا ہے، رشتے کم ہوتے جاتے ہیں، اور لڑکی کے ساتھ ساتھ اس کے والدین بھی ذہنی اذیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ ہم نے نکاح کو دین کے بجائے معاشرتی رسموں کے تابع کر دیا ہے۔

نکاح میں تاخیر کا اثر خاندانی نظام پر بھی پڑتا ہے۔ جب شادیاں وقت پر نہیں ہوتیں تو خاندان کے اندر بے سکونی، مایوسی اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ والدین اپنی اولاد کے مستقبل کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں، جبکہ اولاد خود کو بے بس محسوس کرتی ہے۔ بعض اوقات یہی کیفیت والدین اور اولاد کے درمیان فاصلے کا سبب بھی بن جاتی ہے۔

یہ تمام اثرات ہمیں اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ ہم سنجیدگی سے غور کریں: کیا واقعی یہ سب کچھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے؟ یا یہ سب ہمارے اپنے بنائے ہوئے معیار، رسم و رواج اور غلط تصورات کا نتیجہ ہے؟

نکاح کو مشکل بنانے میں والدین اور معاشرے کا کردار

نکاح کو مشکل بنانے کے اس پورے عمل میں اگر سب سے زیادہ ذمہ داری کسی پر عائد ہوتی ہے تو وہ والدین اور معاشرہ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ نوجوان نکاح کی خواہش اور آمادگی کے باوجود صرف اس لیے تاخیر کا شکار ہو جاتے ہیں کہ والدین معاشرتی دباؤ، رسم و رواج اور غیر ضروری معیار کے اسیر بنے ہوتے ہیں۔

بہت سے والدین یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے سادگی اختیار کی یا کوئی غیر روایتی فیصلہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ اسی خوف کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کی دینی ضرورت اور فطری تقاضوں کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام نے والدین کو اولاد کے نکاح میں آسانی پیدا کرنے کی

واضح ہدایت دی ہے اور اسے ان کی اہم ذمہ داری قرار دیا ہے۔

معاشرے کا عمومی مزاج بھی اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ سادہ نکاح کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، جبکہ فضول خرچی اور نمود و نمائش کو عزت کا معیار بنالیا گیا ہے۔ جو خاندان سادگی اختیار کرتا ہے اس پر سوال اٹھائے جاتے ہیں، اور جو قرض لے کر رسمیں پوری کرتا ہے اسے باوقار سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح والدین کی طرف سے غیر ضروری تحقیق، بار بار انکار اور کامل معیار کی تلاش نکاح میں تاخیر کا ایک بڑا سبب بنتی ہے۔ یہ سوچ کہ "ابھی بہتر رشتہ مل جائے گا" یا "کچھ اور انتظار کر لیتے ہیں" اکثر وقت گزر جانے کے بعد پشیمانی میں بدل جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر والدین اور معاشرہ اسلام کی اصل تعلیمات کو سامنے رکھیں، سادگی کو اختیار کریں اور تقویٰ کو معیار بنائیں تو نکاح کی بہت سی رکاوٹیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے رویّوں کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور نکاح کو بوجھ بنانے کے بجائے اسے آسان، بابرکت اور رحمت بنائیں۔

غیر ضروری رسم ورواج

نکاح کو مشکل بنانے میں ایک بڑا اور بنیادی کردار اُن رسم و رواج کا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ دین کا حصہ سمجھی جانے لگیں، حالانکہ ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسلام نے نکاح کو نہایت سادہ اور واضح اصولوں کے ساتھ جوڑا ہے، مگر معاشرے نے اس سادگی پر بے شمار ایسی رسمیں چڑھا دی ہیں جنھوں نے نکاح کو ایک بوجھ بنا دیا ہے۔

اکثر یہ رسمیں بظاہر چھوٹی اور معمولی نظر آتی ہیں، مگر مجموعی طور پر یہی چیزیں نکاح میں تاخیر اور رکاوٹ کا سبب بنتی ہیں۔ مخصوص تقریبات، لازمی دعوتیں، خاص دنوں کی پابندی،

مہنگے تحائف، اور مختلف عنوانات کے تحت اخراجات ــــ یہ سب وہ امور ہیں جن کے بغیر نکاح شرعاً بالکل درست ہو سکتا ہے، مگر معاشرتی دباؤ انہیں لازمی بنا دیتا ہے۔

مسئلہ صرف رسموں کے وجود کا نہیں بلکہ اس سوچ کا ہے جو ان رسموں کو "ضروری" بنا دیتی ہے۔ جب خاندان یہ سمجھنے لگے کہ فلاں رسم کے بغیر نکاح ادھورا ہے، یا اگر یہ کام نہ کیا گیا تو بدنامی ہو گی، تو یہی سوچ نکاح کو آسان کے بجائے مشکل بنا دیتی ہے۔ اسلام اس ذہنیت کی تائید نہیں کرتا، بلکہ انسان کو ایسے بوجھ سے آزاد کرنا چاہتا ہے۔

باب ۲

موجودہ رسم ورواج کا تنقیدی جائزہ اور اصلاح کی ضرورت

نکاح کو مشکل بنانے میں جہاں بعض غلط تصورات، مالی دباؤ اور تاخیر کا کردار ہے، وہیں ایک بڑا سبب وہ رسم ورواج ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ معاشرے میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ انہیں دین کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بہت سی رسمیں نہ قرآن سے ثابت ہیں اور نہ ہی سنتِ نبوی ﷺ سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ ان رسموں نے نکاح جیسے سادہ اور پاکیزہ عمل کو ایک پیچیدہ، مہنگا اور اعصابی دباؤ والا مرحلہ بنا دیا ہے۔

اسلام نے نکاح کے لیے چند بنیادی اصول مقرر کیے ہیں: ایجاب و قبول، مہر، گواہ اور ولیمہ۔ ان واضح اور محدود شرائط کے باوجود معاشرے نے نکاح کے ارد گرد ایسی متعدد رسمیں جمع کر لی ہیں جن کا مقصد خوشی کے اظہار کے بجائے سماجی نمائش اور برتری کا اظہار بن چکا ہے۔ نتیجتاً نکاح ایک عبادت کے بجائے ایک سماجی مقابلہ بن جاتا ہے۔

ان رسموں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ نکاح کے اصل مقصد کو پسِ پشت ڈال دیتی ہیں۔ جب خاندان اس فکر میں مبتلا ہو جائیں کہ کون سی رسم ادا کرنی ہے، کس تقریب میں کتنا خرچ کرنا ہے، اور لوگوں کے سامنے کیسا تاثر قائم کرنا ہے، تو نکاح کی دینی روح کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خاندان جو ان رسموں کو پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، احساسِ کمتری اور محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ بعض رسمیں بظاہر خوشی اور محبت کے نام پر کی جاتی ہیں، مگر عملی طور پر وہ دل آزاری، مالی بوجھ اور خاندانی تنازع کا سبب بنتی ہیں۔ کہیں جہیز کم ہونے پر طعنے دیے جاتے ہیں، کہیں تقریبات کے انتظام پر ناراضگیاں پیدا ہوتی ہیں، اور کہیں رسموں کے اختلاف کی وجہ سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس طرح وہ نکاح جو سکون اور رحمت کا ذریعہ بننا تھا، خود پریشانی اور کشیدگی کا سبب بن جاتا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان رسم و رواج کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ کون سی چیزیں واقعی دین کا حصہ ہیں اور کون سی محض معاشرتی عادتیں۔ جو رسمیں شریعت کے مطابق نہیں، یا نکاح کو مشکل بناتی ہیں، انہیں ترک کرنا ہی اصلاح کا پہلا قدم ہے۔ یہی تنقیدی شعور اس باب کی بنیاد ہے، جس میں ان رسموں کا تفصیلی جائزہ اور ان کے اصلاحی پہلوؤں پر گفتگو کی جائے گی۔

جہیز کا تصور: روایت یا ظلم؟

نکاح سے متعلق رسم و رواج میں سب سے زیادہ معروف اور متنازع رسم جہیز کی ہے۔ بظاہر اسے بیٹی کی مدد، سہولت یا محبت کا اظہار سمجھا جاتا ہے، مگر عملی صورتِ حال یہ ہے کہ جہیز اکثر ایک ایسی شرط بن جاتا ہے جو نکاح کو مشکل، مؤخر اور بعض اوقات ناممکن بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہیز آج خوشی کا نہیں بلکہ پریشانی اور دباؤ کا سبب بن چکا ہے۔

بہت سے گھروں میں جہیز کو زبان سے شرط نہیں بنایا جاتا، مگر اشاروں، توقعات اور سماجی دباؤ کے ذریعے اسے لازمی سمجھ لیا جاتا ہے۔ لڑکی کے والدین برسوں پہلے سے سامان جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں، قرض لیتے ہیں، زیور بنواتے ہیں، اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر بوجھ اٹھاتے ہیں، صرف اس خوف سے کہ کہیں بیٹی کا رشتہ رد نہ ہو جائے۔ یہ صورتِ حال اس

بات کا واضح ثبوت ہے کہ جہیز ایک رضاکارانہ عمل نہیں رہا بلکہ ایک معاشرتی مجبوری بن چکا ہے۔

جہیز کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے نکاح میں تاخیر ہوتی ہے یا بعض اوقات رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اگر لڑکی کے والدین مطلوبہ سامان فراہم نہ کر سکیں تو طعنے، ناراضگیاں اور بے رخی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کا اثر صرف مالی نہیں بلکہ جذباتی اور نفسیاتی بھی ہوتا ہے، جس کا خمیازہ لڑکی اور اس کا خاندان طویل عرصے تک بھگتتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو جہیز نکاح کی شرط نہیں، نہ ہی اس کا مطالبہ کرنا کسی صورت درست ہے۔ نکاح کا بوجھ مرد پر رکھا گیا ہے، اور عورت کا حق مہر کو قرار دیا گیا ہے، نہ کہ اس سے سامان لینے کو۔ اس کے باوجود جب معاشرہ جہیز کو لازم سمجھ لیتا ہے تو یہ دراصل اسلامی اصولوں کے خلاف ایک اجتماعی رویّہ بن جاتا ہے۔

جہیز کو ایک رسم کے طور پر نہیں بلکہ ایک سماجی مسئلے کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جب تک اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا جاتا کہ جہیز نکاح کو آسان بنانے کے بجائے مشکل بنا رہا ہے، اس وقت تک اصلاح ممکن نہیں۔ اصلاح کا پہلا قدم یہی ہے کہ جہیز کو عزت اور وقار کا معیار بنانے کے بجائے اسے ایک غیر ضروری بوجھ سمجھا جائے اور نکاح کو اس شرط سے آزاد کیا جائے۔

بارات اور مہمان نوازی کا غیر متوازن تصور

نکاح سے متعلق رسم و رواج میں ایک اور بڑی خرابی بارات اور مہمان نوازی کے غیر متوازن تصور کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اصل میں بارات کا تصور اسلام میں کسی لازمی رسم کے طور پر موجود نہیں، مگر برصغیر کے معاشرتی ماحول میں اسے نکاح کا لازمی جزو بنا دیا گیا ہے۔ نتیجتاً نکاح ایک سادہ عمل کے بجائے ایک بڑے اجتماع اور انتظامی مسئلے میں تبدیل ہو جاتا

ہے۔

اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بارات کی تعداد، ان کے استقبال، کھانے اور دیگر انتظامات کو خاندان کی عزت اور وقار سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ جتنی بڑی بارات ہو، جتنا پر تعیش انتظام ہو، اتنا ہی نکاح کو کامیاب اور باوقار سمجھا جاتا ہے۔ اس سوچ کے نتیجے میں لڑکی والوں پر غیر معمولی مالی اور ذہنی دباؤ پڑتا ہے، حالانکہ شریعت نے ان پر ایسی کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی۔

بارات کے ساتھ جڑی ہوئی توقعات اکثر تنازعات کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔ کہیں مہمانوں کی تعداد پر اعتراض ہوتا ہے، کہیں کھانے کے معیار پر، اور کہیں انتظامات میں کمی کو بے عزتی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یوں وہ موقع جو خوشی اور برکت کا ہونا چاہیے، شکایت، ناراضی اور دل آزاری کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق نکاح میں اصل اہمیت ایجاب و قبول، رضامندی اور شرعی شرائط کی ہے، نہ کہ لوگوں کی تعداد اور انتظامات کی شان و شوکت۔ مہمان نوازی یقیناً ایک اچھی صفت ہے، مگر اسے اس حد تک بڑھا دینا کہ وہ دوسرے کے لیے بوجھ بن جائے، اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ دین ہمیں توازن سکھاتا ہے، نہ کہ مقابلہ اور نمود و نمائش۔

اگر معاشرہ اس حقیقت کو قبول کر لے کہ بارات کی کثرت اور پر تعیش مہمان نوازی نکاح کی کامیابی کا معیار نہیں، تو نکاح کے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ خود بخود ختم ہو سکتی ہے۔ سادگی اور اعتدال کو اختیار کر کے ہی ہم نکاح کو دوبارہ اس کی اصل روح آسانی اور برکت کی طرف واپس لا سکتے ہیں۔

سونا، چاندی اور تحائف کا غیر ضروری دباؤ

نکاح سے متعلق رسم و رواج میں ایک اور سنگین خرابی سونا، چاندی اور قیمتی تحائف کا وہ غیر ضروری دباؤ ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ معاشرتی معیار بن چکا ہے۔ بظاہر یہ چیزیں محبت،

عزت اور خوشی کے اظہار کے طور پر پیش کی جاتی ہیں، مگر حقیقت میں یہی مطالبات نکاح کو مشکل بنانے، مؤخر کرنے اور بعض اوقات ناممکن بنانے کا سبب بن جاتے ہیں۔

اکثر یہ توقع کی جاتی ہے کہ لڑکی کو مخصوص مقدار میں سونا دیا جائے، خاص زیورات بنوائے جائیں، اور مہنگے تحائف پیش کیے جائیں۔ اگر یہ معیار پورا نہ ہو تو نکاح کو کمتر سمجھا جاتا ہے یا خاندان کو طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس دباؤ کے تحت بہت سے والدین اپنی استطاعت سے بڑھ کر اخراجات کرتے ہیں، قرض لیتے ہیں یا بیٹی کے نکاح میں تاخیر کر دیتے ہیں، جو سراسر ناانصافی اور ظلم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اسی طرح یہ حقیقت بھی اکثر نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ سونا اور چاندی کا یہ غیر ضروری لین دین صرف لڑکی والوں کے لیے ہی نہیں بلکہ لڑکے والوں کے لیے بھی پریشانی کا سبب بنتا ہے۔ بعض معاشروں میں لڑکے والوں سے مخصوص زیورات، قیمتی تحائف یا مالی تقاضے وابستہ کر دیے جاتے ہیں، جنہیں پورا کرنے کے لیے وہ بھی دباؤ، قرض اور مجبوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یوں نکاح دونوں طرف سے سہولت کے بجائے بوجھ بن جاتا ہے۔

یہ بھی قابلِ غور ہے کہ سونا اور چاندی جن اشیاء کو رسم کے طور پر لازم سمجھ لیا گیا ہے، ان کا عملی استعمال نہایت محدود ہوتا ہے۔ اکثر یہ زیورات زندگی بھر الماریوں یا لاکروں میں بند رہتے ہیں اور محض رسم و رواج کی تکمیل کا ذریعہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے حصول کے لیے جو ذہنی، مالی اور جذباتی مصیبتیں برداشت کی جاتی ہیں، وہ نکاح کی خوشی کو گہنا دیتی ہیں۔

اسلام نے نکاح میں سونا، چاندی یا تحائف کو کبھی شرط نہیں بنایا۔ نکاح کی بنیاد رضامندی، مہر اور شرعی تقاضوں پر رکھی گئی ہے، نہ کہ قیمتی اشیاء کے تبادلے پر۔ تحائف اگر خوش دلی اور استطاعت کے مطابق دیے جائیں تو وہ محبت کا اظہار ہو سکتے ہیں، مگر جب وہ توقع، تقاضا یا دباؤ کی شکل اختیار کر لیں تو اپنی اصل روح کھو دیتے ہیں۔

اس حصے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ نکاح کو سونا، چاندی اور قیمتی تحائف کے ساتھ مشروط

کرنا نہ صرف غیر اسلامی ہے بلکہ معاشرتی ظلم کی ایک شکل بھی ہے۔ اصلاح کا راستہ اسی وقت کھلتا ہے جب ان غیر ضروری معیاروں کو ترک کر کے نکاح کو اس کی اصل سادگی، انصاف اور سہولت کی بنیاد پر قائم کیا جائے۔

ہلدی کی رسم: شرعی حدود اور معاشرتی بے احتیاطی

نکاح سے متعلق رسم و رواج میں ایک اور رسم جو بظاہر خوشی اور تفریح کے نام پر انجام دی جاتی ہے، مگر عملی طور پر کئی شرعی اور اخلاقی خرابیوں کو جنم دیتی ہے، وہ ہلدی کی رسم ہے۔ اس رسم کو عموماً نکاح سے پہلے ایک لازمی تقریب کے طور پر منعقد کیا جاتا ہے، حالانکہ نہ اس کا قرآن و سنت میں کوئی ثبوت موجود ہے اور نہ ہی یہ نکاح کے مقاصد سے کوئی حقیقی تعلق رکھتی ہے۔

ہلدی کی رسم میں اکثر یہ صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ بہت سے غیر محرم افراد بھی شریک ہوتے ہیں۔ مرد و عورت کا اختلاط، ہنسی مذاق، ایک دوسرے کو ہلدی لگانا، تصاویر اور ویڈیوز بنانا—یہ سب ایسے امور ہیں جو اسلامی حیا اور پردے کے اصولوں کے خلاف جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس رسم میں ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں جنہیں خوشی کے نام پر معمولی سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ وہ شریعت کی نظر میں قابلِ گرفت ہوتے ہیں۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہلدی کی رسم میں موسیقی، رقص اور غیر سنجیدہ حرکات شامل ہو جاتی ہیں، جن کا نکاح یا خوشی کے جائز اظہار سے کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح ایک پاکیزہ عمل سے پہلے کی جانے والی یہ تقریب خود گناہ، بے حیائی اور بے احتیاطی کا ذریعہ بن جاتی ہے، جو نکاح کی روح کے بالکل خلاف ہے۔

مسئلہ صرف ایک رسم کا نہیں بلکہ اس سوچ کا ہے جو ایسی تقریبات کو "ضروری" یا "نارمل"

بنا دیتی ہے۔ جب خاندان یہ سمجھنے لگیں کہ ہلدی کی رسم کے بغیر شادی ادھوری ہے، تو وہ لاشعوری طور پر ایسی سرگرمیوں کو قبول کر لیتے ہیں جو دین، حیا اور وقار کے منافی ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں نوجوان نسل کے ذہن میں بھی یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ دین اور رسم میں کوئی خاص فرق نہیں۔

اسلام خوشی سے منع نہیں کرتا، مگر وہ خوشی کو حدودِ شریعت کے اندر رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ ایسی خوشی جو غیر محرم اختلاط، بے پردگی اور غیر اخلاقی رویّوں کا سبب بنے، وہ خوشی نہیں بلکہ فتنہ بن جاتی ہے۔ نکاح جیسے مقدس عمل سے پہلے ایسی رسموں کا رواج درحقیقت اس پاکیزہ رشتے کی بنیاد کو کمزور کرتا ہے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہلدی جیسی رسموں پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور یہ فیصلہ کیا جائے کہ کیا یہ واقعی خوشی کا ذریعہ ہیں یا محض ایک ایسی روایت جو دین، حیا اور وقار کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ نکاح کی اصل خوبصورتی سادگی، پاکیزگی اور حدودِ شریعت کی پابندی میں ہے، نہ کہ ایسی رسموں میں جو وقتی خوشی کے نام پر مستقل خرابی کا سبب بن جائیں۔

دلہے سے متعلق غیر مناسب رسمیں: جوتا چُرائی، ہجوم اور شرعی حدود کی پامالی

نکاح اور شادی سے جڑی بعض رسمیں ایسی ہیں جو بظاہر ہنسی مذاق اور تفریح کے نام پر انجام دی جاتی ہیں، مگر حقیقت میں وہ شرعی حدود، وقار اور حیا کے اصولوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ ان ہی رسموں میں دلہے کی جوتا چُرائی، غیر ضروری مذاق، اور دلہے کا غیر محرم عورتوں کے ہجوم میں گھرا رہنا خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔

جوتا چُرائی کو عموماً ایک ''معصوم رسم'' یا ''خوشی کا حصہ'' سمجھ لیا جاتا ہے، مگر عملی صورت

حال یہ ہوتی ہے کہ اس رسم میں غیر محرم لڑکیاں دلہے کے قریب آتی ہیں، مذاق، ہنسی اور بعض اوقات جسمانی قربت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہوتا ہے جب ایک شخص اپنی زندگی کے نہایت سنجیدہ اور مقدس مرحلے میں داخل ہو رہا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس قسم کی حرکات نہ صرف وقار کے خلاف ہیں بلکہ شرعی اعتبار سے بھی درست نہیں۔

اسی طرح بعض شادیوں میں دلہے کو غیر محرم عورتوں کے مجمع میں بٹھانا، اس کے گرد ہجوم بنانا، اس پر فقرے کسنا، تصاویر اور ویڈیوز بنانا ایک معمول بن چکا ہے۔ یہ تمام چیزیں حیا، پردے اور اسلامی آداب کے بالکل منافی ہیں۔ دلہا کوئی تفریحی شے نہیں بلکہ ایک ذمہ دار فرد ہے جو نکاح جیسے عظیم عہد میں داخل ہو رہا ہے۔ اس کا احترام، سنجیدگی اور وقار برقرار رکھنا دین اور عقل دونوں کا تقاضا ہے۔

ان رسموں کا ایک اور منفی پہلو یہ ہے کہ ان میں اکثر حد سے بڑھی ہوئی بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہنسی مذاق کی آڑ میں ایسے جملے، اشارے یا حرکات ہو جاتی ہیں جو نہ صرف ناپسندیدہ بلکہ بعض اوقات دل آزاری اور شرمندگی کا باعث بھی بنتی ہیں۔ خوشی کا موقع یوں کسی ایک فریق کے لیے کوفت اور ناگواری میں بدل جاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ دلہے سے متعلق ان غیر ضروری اور غیر مناسب رسموں پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ جوتا چُرائی اور اس جیسے دیگر مذاق اگر شرعی حدود کو پامال کریں، تو انہیں خوشی کے نام پر جاری رکھنا درست نہیں۔ نکاح کی اصل خوبصورتی ہنسی مذاق میں نہیں بلکہ وقار، سادگی اور اللہ کی رضا میں ہے۔ جب ہم ان چیزوں کو ترجیح دیں گے تو شادی واقعی خوشی اور برکت کا ذریعہ بنے گی، نہ کہ بے احتیاطی اور بے راہ روی کا سبب۔

موسیقی، ڈی جے اور شادی کی تقریبات میں بے احتیاطی

نکاح اور شادی کی تقریبات میں ایک اور نمایاں خرابی موسیقی، ڈی جے اور شور و غل کا وہ رواج ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ خوشی کا لازمی حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ آج بہت سی شادیوں میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بلند آواز میں موسیقی، گانے اور شور نہ ہو تو شاید شادی "ادھوری" رہ جائے گی، حالانکہ اس تصور کا نکاح کی روح اور اسلامی مزاج سے کوئی تعلق نہیں۔

اکثر ان تقریبات میں مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط، غیر سنجیدہ حرکات، رقص اور ایسے مناظر سامنے آتے ہیں جو حیا، وقار اور شرعی حدود کے سراسر خلاف ہوتے ہیں۔ موسیقی کی بلند آواز نہ صرف ماحول کو بے سکون بناتی ہے بلکہ نماز، ذکر اور دینی شعور سے بھی غفلت کا سبب بنتی ہے۔ یوں خوشی کے نام پر وہ اعمال انجام پاتے ہیں جو دلوں کو سکون دینے کے بجائے بے چینی اور غفلت پیدا کرتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایسی تقریبات میں اکثر بزرگ، سنجیدہ مزاج افراد اور دیندار لوگ خود کو اجنبی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ خوشی کا موقع چند افراد کی تفریح تک محدود ہو جاتا ہے، جبکہ باقی لوگ محض سماجی دباؤ کی وجہ سے اس ماحول کو برداشت کرتے ہیں۔ اس طرح شادی کی تقریب سب کو شامل کرنے کے بجائے بعض کے لیے ناگواری اور اضطراب کا سبب بن جاتی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے خوشی کا اظہار ممنوع نہیں، مگر اسے حدودِ شریعت، وقار اور اعتدال کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ وہ خوشی جو غفلت، بے حیائی اور اللہ کی نافرمانی پر مبنی ہو، وہ وقتی لذت تو دے سکتی ہے مگر اس میں حقیقی برکت نہیں ہوتی۔ نکاح جیسے مقدس موقع پر ایسے ماحول کا انتخاب دراصل اس رشتے کی روح سے ناانصافی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ شادی کی تقریبات میں خوشی اور شکر کے ایسے طریقے اختیار کیے جائیں جو پاکیزہ، باوقار اور سب کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ سادہ اجتماعات، دعا، خیر خواہی

اور خوش اخلاقی وہ ذرائع ہیں جو نکاح کو واقعی یادگار اور بابرکت بناتے ہیں۔ جب ہم خوشی کے اظہار میں بھی اعتدال اور حیا کو ترجیح دیں گے تو نکاح ایک رسم نہیں بلکہ حقیقی نعمت بن جائے گا۔

تصاویر، ویڈیوز اور سوشل میڈیا پر نمائش

نکاح اور شادی کی تقریبات میں ایک اور بڑھتی ہوئی خرابی تصاویر، ویڈیوز اور سوشل میڈیا پر غیر ضروری نمائش کا رجحان ہے۔ آج بہت سی شادیوں میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تقریب کا اصل مقصد نکاح کی برکت کے بجائے ایسی تصویریں اور ویڈیوز بنانا رہ گیا ہے جو بعد میں لوگوں کو دکھائی جا سکیں۔ اس نمائش نے نکاح جیسے سنجیدہ اور مقدس عمل کو ایک نمائشی ایونٹ بنا دیا ہے۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دلہا اور دلہن کو غیر فطری انداز میں بیٹھنے، چلنے اور مسکرانے پر مجبور کیا جاتا ہے، بار بار پوز بدلوائے جاتے ہیں، اور ایسے مناظر محفوظ کیے جاتے ہیں جن میں پردہ، حیا اور وقار کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ خاص طور پر خواتین کی تصاویر اور ویڈیوز کا غیر محرموں تک پہنچ جانا ایک سنگین اخلاقی اور دینی مسئلہ بن چکا ہے، جس کے نتائج کا احساس اکثر بعد میں ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا پر تصاویر اور ویڈیوز ڈالنے کا دباؤ بھی اس خرابی کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ سوچ کہ "لوگ کیا کہیں گے"، "کتنے لائکس آئیں گے"، اور "ہماری شادی نمایاں نظر آنی چاہیے" نکاح کی نیت اور روح کو متاثر کرتی ہے۔ خوشی کا موقع یوں شکر اور دعا کے بجائے تعریف اور توجہ حاصل کرنے کی خواہش میں بدل جاتا ہے۔

اسلام حیا اور پردے کو انسانی وقار کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ ایسی خوشی جو خود نمائی، بے پردگی اور غیر ضروری تشہیر پر قائم ہو، وہ وقتی توجہ تو حاصل کر سکتی ہے مگر اس میں دیرپا سکون اور

برکت نہیں ہوتی۔ نکاح کی اصل خوبصورتی اس کی سادگی، پاکیزگی اور اللہ کے نزدیک مقبولیت میں ہے، نہ کہ لوگوں کی نگاہوں میں نمایاں ہونے میں۔

اس لیے ضروری ہے کہ شادی کی تقریبات میں تصاویر اور ویڈیوز کے معاملے میں حدِ اعتدال اختیار کی جائے۔ اگر یادگار کے طور پر کچھ تصاویر رکھی بھی جائیں تو وہ شرعی حدود، پردے اور وقار کے دائرے میں ہوں، اور انہیں عام نمائش کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ یہی طرزِ فکر نکاح کو دکھاوے کے بجائے حقیقی خوشی اور برکت کی طرف واپس لے آتی ہے۔

رسموں کے نتیجے میں خاندانی تنازعات اور اصلاح کے لیے جرأت کی ضرورت

نکاح اور شادی سے جڑی غیر ضروری رسم و رواج کا ایک سنگین اور اکثر نظر انداز کیا جانے والا نتیجہ یہ ہے کہ یہ رسمیں شادی کے بعد خاندانی جھگڑوں اور رشتوں کی خرابی کا سبب بن جاتی ہیں۔ بسا اوقات شادی کے موقع پر کی گئی رسمیں وقتی طور پر پوری تو ہو جاتی ہیں، مگر ان کے اثرات برسوں تک دلوں میں کدورت، شکایت اور ناراضی کی صورت میں باقی رہتے ہیں۔

اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ شادی کے بعد ایسے جملے سننے کو ملتے ہیں: "ہم نے اتنا کیا، انہوں نے کیا کیا؟" "ہم نے فلاں رسم پوری کی تھی، ادھر سے وہ جواب نہیں ملا" "ہم نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کیا، مگر قدر نہیں کی گئی"

یہ شکایتیں آہستہ آہستہ دلوں میں نفرت، بدگمانی اور فاصلے پیدا کر دیتی ہیں۔ یوں وہ نکاح جو محبت، سکون اور رحمت کا ذریعہ بنتا تھا، باہمی طعنوں، حساب کتاب اور تلخیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زیادہ تر یہ جھگڑے دین کی وجہ سے نہیں بلکہ انہی غیر ضروری رسموں کی وجہ سے جنم لیتے ہیں جنہیں خوشی کے نام پر اپنایا گیا ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ایک بڑی رکاوٹ یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ان رسموں کو غلط سمجھنے کے باوجود چھوڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔ "لوگ کیا کہیں گے"، "برادری میں کیا تاثر جائے گا"، "کہیں رشتہ خراب نہ ہو جائے" جیسے اندیشے اصلاح کے راستے میں سب سے بڑی دیوار بن جاتے ہیں۔ حالانکہ تاریخ کا اصول یہ ہے کہ ہر اصلاح کی ابتدا ہمیشہ چند باہمت لوگوں سے ہوتی ہے، نہ کہ اکثریت سے۔

حق پر قائم رہنے کی ایک قیمت ضرور ہوتی ہے، مگر اس کی برکت بھی دیرپا ہوتی ہے۔ جو خاندان رسم ورواج کے دباؤ سے نکل کر سادگی، عدل اور شریعت کو اختیار کرتے ہیں، وہ وقتی تنقید تو سہہ لیتے ہیں مگر مستقبل کے بڑے جھگڑوں، قرضوں اور دل کی تلخیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ صرف معاشرتی دباؤ کی خاطر رسموں کو نبھاتے ہیں، وہ بظاہر سب کو خوش کر لیتے ہیں مگر اندرونی سکون کھو بیٹھتے ہیں۔

لہٰذا اصلاح کا تقاضا یہ ہے کہ ہم وقتی باتوں کے بجائے طویل المدت نتائج کو دیکھیں، اور رسموں کے بوجھ کے بجائے دین کی آسانی کو اختیار کریں۔ یہی سوچ نکاح کو جھگڑوں سے بچا کر اسے واقعی سکون، رحمت اور برکت کا ذریعہ بناتی ہے۔

اس باب میں ہم نے ان رسم ورواج کا تنقیدی جائزہ لیا جو نکاح جیسے مقدس عمل کو آسان بنانے کے بجائے اسے مشکل، مہنگا اور پریشانی کا سبب بنا دیتے ہیں۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ جہیز، بارات، غیر ضروری تقریبات، سونا چاندی، دکھاوا، موسیقی اور دیگر بے بنیاد رسمیں نہ صرف شریعت سے ثابت نہیں بلکہ عملی طور پر خاندانی جھگڑوں، دلوں کی کدورت اور معاشرتی بگاڑ کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

یہ بھی سامنے آیا کہ ان رسموں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ نکاح کے اصل مقصد یعنی سکون، محبت اور رحمت کو پسِ پشت ڈال دیتی ہیں۔ خوشی کے نام پر اختیار کی جانے والی یہی

رسمیں بعد میں طعنوں، شکایتوں اور رشتوں کی خرابی میں بدل جاتی ہیں، جس کا خمیازہ دونوں خاندان برسوں تک بھگتتے ہیں۔

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر روایت قابلِ اتباع نہیں، اور ہر معاشرتی دباؤ دین کا حکم نہیں ہوتا۔ اصلاح کا راستہ اسی وقت کھلتا ہے جب ہم رسم اور دین کے فرق کو پہچانیں، اور یہ جرأت پیدا کریں کہ غلط کو غلط کہہ سکیں، چاہے اس کی قیمت وقتی تنقید ہی کیوں نہ ہو۔

نکاح کی اصل خوبصورتی سادگی، وقار اور اللہ کی رضا میں ہے۔ جب ہم غیر ضروری رسموں کو ترک کر کے شریعت کی آسانی کو اختیار کرتے ہیں تو نکاح بوجھ نہیں رہتا بلکہ واقعی سکون، رحمت اور برکت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

باب ۳

قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح کی بنیاد

اسلامی نقطۂ نظر

نکاح کو مشکل بنانے والی خرابیوں کا جائزہ لینے کے بعد اب یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلے کا اصل حل تلاش کریں۔ اسلام محض خرابیوں کی نشاندہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ہر مسئلے کا واضح، متوازن اور قابلِ عمل حل بھی پیش کرتا ہے۔ نکاح کے معاملے میں بھی شریعتِ اسلامیہ نے ایسی رہنمائی دی ہے جو ہر زمانے اور ہر معاشرے کے لیے کافی ہے، بشرطیکہ ہم اسے سمجھنے اور اپنانے کا ارادہ کریں۔

قرآن مجید نے نکاح کو انسانی زندگی کے فطری تقاضوں کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس کے بارے میں آسانی، سہولت اور پاکیزگی کا تصور پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ نکاح کا مقصد سکون، محبت اور رحمت ہے، نہ کہ مشقت، بوجھ اور پریشانی۔ اس کے باوجود اگر نکاح خوف، دباؤ اور تاخیر کا سبب بن جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم نے قرآنی رہنمائی سے دوری اختیار کر لی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سنت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل اور ارشادات کے ذریعے نکاح کو آسان بنانے کی ترغیب دی، کم مہر کو باعثِ برکت قرار دیا، اور فضول اخراجات و غیر ضروری رسموں سے اجتناب فرمایا۔ آپ ﷺ

کے دور میں نہ ذات برادری کو معیار بنایا گیا، نہ مال و دولت کو فوقیت دی گئی، بلکہ اصل توجہ دین، اخلاق اور ذمہ داری پر رہی۔

اسلام نے والدین اور سرپرستوں کو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ وہ نکاح کے معاملے میں سہولت پیدا کریں، نہ کہ رکاوٹ۔ اگر کوئی صالح، دیندار اور بااخلاق رشتہ آئے تو بلاوجہ تاخیر اور انکار کو ناپسند کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکاح میں اصل معیار دین اور کردار ہے، نہ کہ وہ چیزیں جنہیں آج ہم نے معیار بنالیا ہے۔

اسی طرح معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری بھی کم نہیں۔ ایک ایسا ماحول قائم کرنا جہاں سادہ نکاح کو عزت دی جائے، فضول رسموں کو ناپسند کیا جائے، اور تقویٰ کو اصل معیار سمجھا جائے، یہ سب اجتماعی اصلاح کا حصہ ہے۔ جب تک معاشرہ مجموعی طور پر اپنی سوچ اور رویّوں میں تبدیلی نہیں لاتا، اس وقت تک نکاح کی راہ میں حائل بہت سی رکاوٹیں باقی رہیں گی۔

نکاح کی اہمیت

اسلام میں نکاح کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ نکاح محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس عبادت اور سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ قرآن مجید میں نکاح کو پاکیزگی، عفت اور سکونِ قلب کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جبکہ نبی کریم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت فرمایا اور اس سے اعراض کرنے کو ناپسند فرمایا۔

نکاح انسانی فطرت کی تکمیل کرتا ہے، نسلِ انسانی کی بقا کا ذریعہ بنتا ہے، اور ایک مضبوط خاندانی نظام کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہی وہ ادارہ ہے جس کے ذریعے ایک صالح معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور فرد کو اخلاقی انحراف سے بچایا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں نکاح کو آسان بنانے کی تعلیم

قرآن مجید نے نکاح کے معاملے میں واضح طور پر آسانی اور سہولت کا اصول بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو انسان کی فطری ضرورت قرار دیا اور اسے سکونِ قلب، محبت اور رحمت کا ذریعہ بتایا۔ قرآن کی یہ تعلیم ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ نکاح کسی بوجھ یا مشکل مرحلے کا نام نہیں بلکہ ایک فطری اور بابرکت عمل ہے جس کے ذریعے انسانی زندگی میں توازن پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مرد اور عورت کے تعلق کو باہمی سکون اور حفاظت سے تعبیر فرمایا ہے، یعنی وہ ایک دوسرے کے لیے لباس کی مانند ہیں۔ یہ تصور اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نکاح کا مقصد دکھاوا، مقابلہ یا معاشرتی برتری نہیں بلکہ باہمی اطمینان اور اخلاقی حفاظت ہے۔

قرآن مجید نے نکاح میں مالی رکاوٹوں کو بھی ختم کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اگر نکاح کے معاملے میں فقر کا اندیشہ ہو تو اللہ اپنے فضل سے غنا عطا فرماتا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ غربت یا محدود وسائل نکاح میں رکاوٹ نہیں بننے چاہئیں، بلکہ اصل اعتماد اللہ تعالیٰ کے وعدے پر ہونا چاہیے۔

اسی طرح قرآن مجید میں پاکدامنی اور عفت کی حفاظت کو نہایت اہم قرار دیا گیا ہے اور نکاح کو اس کا سب سے مضبوط ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اگر نکاح میں غیر ضروری تاخیر کی جائے تو یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں فرد اور معاشرہ دونوں اخلاقی خطرات سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

قرآن کی یہ تعلیمات ہمیں اس نتیجے تک پہنچاتی ہیں کہ نکاح کو مشکل بنانا دراصل قرآنی مزاج کے خلاف ہے، اور جو معاشرہ نکاح کو آسان بناتا ہے وہی پاکیزگی، سکون اور اخلاقی استحکام حاصل کرتا ہے۔

نکاح میں سہولت اور آسانی کا اسلامی مزاج

اسلام کا مزاج تنگی اور سختی کا نہیں بلکہ سہولت اور آسانی کا ہے، اور یہ اصول نکاح کے معاملے میں پوری طرح نمایاں نظر آتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے نکاح کو انسانی زندگی کا ایک فطری اور ضروری مرحلہ قرار دیا ہے، اسی لیے اسے ایسے ضابطوں اور اصولوں کے ساتھ جوڑا گیا ہے جو انسان کے لیے قابلِ عمل اور سہل ہوں۔

اسلام نے نہ تو نکاح کو غیر معمولی تقاضوں سے مشروط کیا اور نہ ہی اسے مشکل رسموں کا محتاج بنایا۔ اصل توجہ اس بات پر دی گئی ہے کہ نکاح جلد، سادگی کے ساتھ اور پاکیزہ نیت پر قائم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں نکاح کو آسان بنانے کو خیر، برکت اور اصلاحِ معاشرہ کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

نکاح میں سہولت کا یہ مزاج دراصل انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ جب نکاح آسان ہوتا ہے تو فرد کے لیے پاکدامنی اختیار کرنا سہل ہو جاتا ہے، معاشرہ بے راہ روی سے محفوظ رہتا ہے، اور خاندانی نظام مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جب نکاح کو مشکل بنا دیا جائے تو وہی چیز جو اصلاح کا ذریعہ تھی، آزمائش اور فتنہ بن جاتی ہے۔

اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ انسان اپنی ہی بنائی ہوئی رکاوٹوں میں الجھ کر حلال کو مشکل اور حرام کو آسان بنا لے۔ اسی لیے نکاح میں سہولت کا اصول صرف ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک عملی اور معاشرتی ضرورت ہے، جس پر عمل کیے بغیر صحت مند اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔

نبی ﷺ کی سنت میں نکاح کو آسان بنانے کی ترغیب

نبی کریم ﷺ کی سنت اس بات کی سب سے واضح اور عملی مثال ہے کہ نکاح کو کس طرح آسان بنایا جائے۔ آپ ﷺ نے اپنے اقوال اور اعمال دونوں کے ذریعے امت کو یہ پیغام دیا کہ نکاح میں سادگی، سہولت اور برکت اصل مقصود ہے، نہ کہ دکھاوا اور تکلف۔

آپ ﷺ کے زمانے میں نکاح نہایت سادہ انداز میں انجام پاتا تھا۔ نہ لمبی تقریبات ہوتیں، نہ غیر ضروری اخراجات، اور نہ ہی معاشرتی تفاخر کو کوئی اہمیت دی جاتی تھی۔ مہر کو آسان رکھا جاتا، ولیمہ سادگی سے کیا جاتا، اور اصل توجہ دین، اخلاق اور ذمہ داری پر ہوتی تھی۔

نبی ﷺ نے اس بات کی ترغیب دی کہ جب کسی شخص کے دین اور اخلاق سے اطمینان ہو جائے تو نکاح میں تاخیر نہ کی جائے۔ بلاوجہ انتظار، کثرتِ مطالبات اور غیر ضروری سوالات کو آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا، کیونکہ یہ چیزیں آسان سنت کو مشکل بنا دیتی ہیں۔

سنتِ نبوی ﷺ ہمیں یہ بھی سکھاتی ہے کہ نکاح کا مقصد معاشرتی نمائش نہیں بلکہ پاکیزہ زندگی کی بنیاد رکھنا ہے۔ جب نکاح کو سنت کے مطابق آسان رکھا جاتا ہے تو اس کے اثرات فرد، خاندان اور پورے معاشرے پر مثبت طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

صحابۂ کرامؓ کے عملی نمونے: نکاح میں سادگی اور آسانی

قرآن و سنت کی تعلیمات کو سمجھنے کے بعد اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی نمونوں پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے نکاح کو ہمیشہ آسان، سادہ اور بابرکت رکھا۔ ان کے نزدیک نکاح نہ نمائش کا موقع تھا، نہ مقابلہ بازی کا میدان،

بلکہ ایک دینی فریضہ اور پاکیزہ زندگی کا آغاز تھا۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح اسلامی تاریخ کا سب سے روشن اور بابرکت نمونہ ہے۔ مہر نہایت سادہ تھا، سامان نہ ہونے کے برابر، اور ولیمہ انتہائی مختصر۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اس نکاح کو سادگی کے ساتھ انجام دیا، حالانکہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی سب سے محبوب بیٹی تھیں۔ اس نکاح نے یہ واضح کر دیا کہ عزت، وقار اور برکت سادگی میں ہے، نہ کہ کثرتِ خرچ میں۔

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کا نکاح

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کا نکاح اس قدر سادگی سے ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو بعد میں اس کا علم ہوا۔ آپ ﷺ نے صرف یہ دریافت فرمایا کہ مہر کیا رکھا گیا ہے، پھر ولیمہ کی ترغیب دی—وہ بھی استطاعت کے مطابق۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نکاح کو اعلان، شور یا نمائش کا محتاج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت ابو طلحہؓ اور حضرت اُمِّ سلیمؓ کا نکاح

حضرت ابو طلحہؓ کا نکاح حضرت اُمِّ سلیمؓ سے ایک غیر معمولی مثال ہے، جہاں اسلام قبول کرنا ہی مہر قرار پایا۔ اس نکاح میں نہ مال کا مطالبہ تھا، نہ دنیاوی شرطیں، بلکہ دین کو بنیاد بنایا گیا۔ یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ صحابہؓ کے نزدیک نکاح کی اصل بنیاد ایمان اور دین تھا، نہ کہ دنیاوی حیثیت۔

سبق اور رہنمائی

ان تمام عملی نمونوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے نکاح کو کبھی مشکل نہیں بنایا۔ انہوں نے دین، اخلاق اور سادگی کو ترجیح دی اور دنیاوی رسم و رواج کو نکاح کے راستے میں حائل نہیں ہونے دیا۔ اگر آج کا مسلمان معاشرہ بھی ان نمونوں کو اپنا لے تو نکاح بوجھ نہیں رہے گا بلکہ واقعی سکون، رحمت اور فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا۔

والدین کی ذمہ داری قرآن و سنت کی روشنی میں

نکاح کو آسان یا مشکل بنانے میں والدین کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے والدین کو نکاح کے معاملے میں سہولت پیدا کرنے کا پابند بنایا ہے، نہ کہ رکاوٹ ڈالنے کا۔ اولاد کی جسمانی، ذہنی اور دینی ضرورتوں کو سمجھنا والدین کی ذمہ داری ہے، اور نکاح انہی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت ہے۔

قرآن مجید نے والدین کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اصلاح، حفاظت اور پاکیزگی کا اہتمام کریں۔ جب نکاح میں بلاوجہ تاخیر کی جاتی ہے تو یہ ذمہ داری متاثر ہوتی ہے، کیونکہ تاخیر کی صورت میں نوجوان فتنوں، ذہنی دباؤ اور اخلاقی کمزوریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے نکاح میں آسانی پیدا کرنا دراصل اولاد کی حفاظت اور خیر خواہی کا عملی اظہار ہے۔

سنتِ نبوی ﷺ میں بھی والدین اور سرپرستوں کو نکاح کے معاملے میں سنجیدہ اور ذمہ دار رویّہ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ دیندار اور بااخلاق رشتے کو بلاوجہ رد کیا جائے یا غیر ضروری شرائط کی بنا پر تاخیر کی جائے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ والدین کا اصل معیار دین اور کردار ہونا چاہیے، نہ کہ مال، ذات یا سماجی حیثیت۔

افسوس کہ آج بہت سے والدین معاشرتی دباؤ، لوگوں کی باتوں اور رسم و رواج کے خوف میں آکر اپنی اصل ذمہ داری کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً اولاد کی شادیاں مؤخر ہوتی چلی جاتی ہیں اور وہ مسائل جن سے بچانے کے لیے نکاح کا حکم دیا گیا تھا، وہی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

قرآن و سنت کی روشنی میں درست طرزِ عمل یہ ہے کہ والدین نکاح کو بوجھ نہ سمجھیں بلکہ اسے عبادت اور اصلاحِ معاشرہ کا ذریعہ سمجھیں۔ جب والدین نیت کو درست کر لیں، سادگی کو اختیار کریں اور تقویٰ کو معیار بنائیں تو نکاح کی بہت سی رکاوٹیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں، اور اولاد بھی سکون، اطمینان اور تحفظ کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کر سکتی ہے۔

معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری اور اصلاحِ ماحول

نکاح کو آسان یا مشکل بنانے میں صرف فرد یا والدین ہی ذمہ دار نہیں ہوتے بلکہ پورا معاشرہ اس میں براہِ راست کردار ادا کرتا ہے۔ جب کسی معاشرے میں سادگی کو کم تر اور نمود و

نمائش کو عزت کا معیار سمجھ لیا جائے تو اس کے اثرات لازمی طور پر نکاح جیسے بنیادی ادارے پر پڑتے ہیں۔ لوگ دین کے مطابق عمل کرنا چاہتے ہوئے بھی معاشرتی دباؤ کے سامنے کمزور پڑ جاتے ہیں۔

ایسا معاشرہ جہاں سادہ نکاح پر سوال اٹھائے جائیں، کم مہر کو عیب سمجھا جائے اور محدود وسائل رکھنے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے، وہاں نکاح فطری عمل نہیں رہتا بلکہ ایک مشکل امتحان بن جاتا ہے۔ نتیجتاً لوگ اپنی حیثیت سے بڑھ کر اخراجات کرتے ہیں، قرض لیتے ہیں اور صرف اس لیے رسمیں نبھاتے ہیں تاکہ معاشرہ مطمئن ہو جائے۔

اسلام ایک ایسے اجتماعی ماحول کی تشکیل چاہتا ہے جہاں نیکی کو سہارا دیا جائے اور برائی کو فروغ نہ ملے۔ اگر معاشرہ مجموعی طور پر سادہ نکاح کی حوصلہ افزائی کرے، فضول رسموں کو ناپسند کرے اور تقویٰ کو عزت کا معیار بنائے تو نکاح کی راہ میں موجود بہت سی رکاوٹیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ نکاح کی اصلاح صرف انفرادی کوشش سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے اجتماعی سوچ، رویّوں اور اقدار میں تبدیلی ضروری ہے۔ جب معاشرہ خود سہولت کا داعی بن جائے تو فرد اور خاندان کے لیے دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، اور نکاح دوبارہ اپنی اصل روح کے ساتھ زندہ ہو جاتا ہے۔

نکاح میں تقویٰ اور اخلاق کو اصل معیار بنانا

اسلام نے نکاح کے معاملے میں جن اصولوں کو بنیادی حیثیت دی ہے، ان میں سب سے اہم اصول تقویٰ اور اخلاق کو معیار بنانا ہے۔ قرآن و سنت کی مجموعی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکاح کا مقصد صرف دو افراد کو جوڑنا نہیں بلکہ ایک ایسا خاندانی نظام قائم کرنا ہے جو دین، اخلاق اور ذمہ داری پر قائم ہو۔ اسی لیے اسلام نے حسب و نسب، مال و دولت اور

ظاہری حیثیت کے بجائے انسان کے باطن کو اصل معیار قرار دیا ہے۔

بدقسمتی سے آج کے معاشرے میں نکاح کے فیصلے زیادہ تر ظاہری چیزوں کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔ لڑکے کے لیے مالی حیثیت، نوکری اور سماجی رتبہ دیکھا جاتا ہے، جبکہ لڑکی کے لیے خاندان، جہیز اور ظاہری معیار کو فوقیت دی جاتی ہے۔ ان سب کے درمیان دین، تقویٰ اور اخلاق جیسی بنیادی قدریں ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں، حالانکہ یہی وہ صفات ہیں جو نکاح کو پائیدار اور بابرکت بناتی ہیں۔

تقویٰ سے مراد صرف عبادات کی کثرت نہیں بلکہ ذمہ داری کا احساس، حلال و حرام کی پہچان، اچھا اخلاق اور حقوق کی ادائیگی بھی ہے۔ جب نکاح ایسے شخص سے کیا جائے جو اللہ سے ڈرنے والا اور اخلاق میں مضبوط ہو تو اختلافات کے باوجود رشتہ نبھانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر نکاح صرف ظاہری معیار پر کیا جائے تو معمولی مسائل بھی بڑے تنازعات میں بدل جاتے ہیں۔

اسلامی مزاج یہ ہے کہ نکاح کے ذریعے دو افراد ایک دوسرے کے لیے سکون اور سہارا بنیں۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب دونوں طرف دین اور اخلاق کو بنیاد بنایا جائے۔ اسی لیے قرآن و سنت کی روشنی میں نکاح کی اصلاح کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ہم اپنے معیار پر نظرِ ثانی کریں اور اصل توجہ تقویٰ اور کردار پر مرکوز کریں۔

یہی اصول اگر معاشرتی سطح پر اختیار کر لیا جائے تو بہت سی وہ رکاوٹیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں جو آج نکاح کو مشکل بنانے کا سبب بنی ہوئی ہیں۔ اس طرح نکاح محض ایک رسم نہیں رہے گا بلکہ واقعی ایک بابرکت، مضبوط اور اصلاحی ادارہ بن جائے گا۔

اس باب میں ہم نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ نکاح کو مشکل بنانے کا حل محض شکایت، تنقید یا وقتی اقدامات میں نہیں بلکہ قرآن و سنت کی طرف سنجیدہ واپسی میں ہے۔

اسلام نے نکاح کے بارے میں جو اصول اور رہنمائی دی ہے، وہ نہ صرف فطرت کے عین مطابق ہے بلکہ ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے قابلِ عمل بھی ہے۔

قرآن مجید نے نکاح کو سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا، جبکہ نبی کریم ﷺ کی سنت نے اس تصور کو عملی شکل دے کر دکھایا۔ سادگی، سہولت، کم مہر، تقویٰ اور اخلاق — یہ سب وہ بنیادیں ہیں جن پر ایک مضبوط اور بابرکت نکاح قائم ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس جب ہم ذات برادری، مال و دولت، رسم و رواج اور معاشرتی دباؤ کو معیار بنا لیتے ہیں تو نکاح ایک نعمت کے بجائے آزمائش بن جاتا ہے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ نکاح کی اصلاح صرف فرد یا خاندان کی ذمہ داری نہیں بلکہ پورے معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ جب تک اجتماعی سوچ تبدیل نہیں ہوتی، اور سادہ نکاح کو عزت و قبولیت نہیں ملتی، اس وقت تک نکاح کی راہ میں حائل بہت سی رکاوٹیں باقی رہیں گی۔

نکاح کو آسان بنانا کوئی نیا تصور نہیں بلکہ عین اسلامی تعلیم ہے۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بنائے ہوئے معیاروں پر نظرِ ثانی کریں، دین اور اخلاق کو مرکز بنائیں، اور قرآن و سنت کی رہنمائی کو عملی زندگی میں نافذ کریں۔

اگلا باب اسی فکری تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ واضح کرے گا کہ عملی طور پر نکاح کو آسان بنانے کے لیے کن اقدامات کی ضرورت ہے، کن رسموں سے اجتناب لازم ہے، اور کن اصولوں کو اختیار کر کے ایک صحت مند اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

باب ۴

قرآن وحدیث کی روشنی میں نکاح کو آسان بنانے کے عملی اصول

نکاح کو عبادت اور ذمہ داری سمجھنا

نکاح کو آسان بنانے کی عملی شروعات اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے ذہن میں نکاح کے تصور کو درست کریں۔ اسلام میں نکاح محض ایک سماجی رسم یا خاندانی تقریب نہیں بلکہ ایک عبادت، ایک ذمہ داری اور ایک سنجیدہ عہد ہے۔ جب تک نکاح کو صرف خوشی کی تقریب، سماجی نمائش یا خاندانی وقار سے جوڑ کر دیکھا جاتا رہے گا، اس وقت تک اس میں آسانی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اسلام نے نکاح کو زندگی کے ایک ایسے مرحلے کے طور پر پیش کیا ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے، پاکیزگی عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح میں نیت کی درستگی کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے۔ اگر نکاح کی نیت عبادت، عفت اور ذمہ داری ہو تو اس کے تمام مراحل خود بخود سادگی اور اعتدال کی طرف آجاتے ہیں۔

جب نکاح کو عبادت سمجھا جاتا ہے تو اس میں فضول اخراجات، دکھاوا، مقابلہ بازی اور غیر ضروری رسمیں اپنی کشش کھو دیتی ہیں۔ انسان یہ سوچنے لگتا ہے کہ جس عمل کے ذریعے اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے، اس میں اسراف، تکلف اور فخر کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے۔ یہی

سوچ نکاح کو آسان بنانے کی پہلی اور مضبوط بنیاد ہے۔

نکاح کو ذمہ داری سمجھنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے حقوق، فرائض اور باہمی احترام کو سنجیدگی سے لیں۔ جب نکاح محض ایک دن کی تقریب کے بجائے پوری زندگی کی ذمہ داری کے طور پر دیکھا جائے تو ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ پھر سوال یہ نہیں رہتا کہ تقریب کیسی ہوگی، بلکہ یہ ہوتا ہے کہ رشتہ کتنا مضبوط، بامقصد اور دیرپا ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ نکاح کی اصلاح کا پہلا عملی قدم یہی ہے کہ معاشرے میں نکاح کے بارے میں پائی جانے والی سطحی سوچ کو بدلا جائے، اور اسے دوبارہ عبادت، ذمہ داری اور دینی فریضہ سمجھا جائے۔ جب یہ بنیاد درست ہو جائے تو آگے کے تمام عملی اصول خود بخود قابلِ قبول اور قابلِ عمل بنتے چلے جاتے ہیں۔

کم مہر اور مالی سادگی کو اختیار کرنا

نکاح کو آسان بنانے کے عملی اصولوں میں دوسرا نہایت اہم قدم کم مہر اور مالی سادگی کو اختیار کرنا ہے۔ اسلام نے مہر کو عورت کا حق قرار دیا ہے، مگر اسے کبھی بوجھ، مقابلہ یا نمائش کا ذریعہ نہیں بنایا۔ مہر کا مقصد نکاح کو مضبوط بنانا ہے، نہ کہ اسے مشکل یا مؤخر کرنا۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مہر نہایت سادہ ہوا کرتا تھا۔ مہر کی مقدار ایسی رکھی جاتی تھی جو فریقین کی استطاعت کے مطابق ہو اور جس سے نکاح میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام مہر کی کثرت کو فضیلت نہیں بلکہ آسانی اور سہولت کو پسند کرتا ہے۔ اس کے باوجود آج کے معاشرے میں مہر کو عزت، حیثیت اور برتری کے پیمانے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت سے نکاح شروع ہونے سے پہلے ہی رک جاتے ہیں۔

اسی طرح نکاح سے جڑے دیگر مالی معاملات جیسے تقاریب، دعوتیں، لباس اور انتظامات بھی غیر ضروری طور پر بڑھا دیے گئے ہیں۔ سادگی کو کمزوری سمجھا جانے لگا ہے، جبکہ فضول خرچی کو عزت اور وقار سے جوڑ دیا گیا ہے۔ یہ سوچ نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ معاشرتی دباؤ اور مالی پریشانی کا سبب بھی بنتی ہے۔

اسلامی مزاج یہ ہے کہ نکاح میں ایسے تمام مالی تقاضے کم سے کم رکھے جائیں جو نکاح کے مقصد سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتے۔ جب مہر مناسب ہو، تقاریب سادہ ہوں اور اخراجات اعتدال میں ہوں تو نکاح میں تاخیر کے بہت سے اسباب خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ اس سے نہ صرف غریب اور متوسط طبقے کے لیے نکاح آسان ہوتا ہے بلکہ پورے معاشرے میں سادگی اور توازن کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

مالی سادگی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ نکاح کے بعد زندگی کا آغاز قرض، دباؤ اور احساسِ محرومی کے بغیر ہوتا ہے۔ جب نکاح آسانی سے ہو جائے تو فریقین اپنی توانائیاں دکھاوے کے بجائے ایک مضبوط اور خوشگوار خاندانی زندگی بنانے میں صرف کر سکتے ہیں۔ یہی وہ عملی اصول ہے جو نکاح کو رسم کے بوجھ سے نکال کر عبادت کی اصل روح سے جوڑ دیتا ہے۔

والدین اور سرپرستوں کی مثبت اور بروقت رہنمائی

نکاح کو آسان بنانے کے عملی اصولوں میں ایک نہایت اہم اور فیصلہ کن کردار والدین اور سرپرستوں کا ہے۔ اسلام نے نکاح کے معاملے میں والدین کو محض نگران نہیں بلکہ خیر خواہ، سہولت کار اور رہنمائی کرنے والا بنایا ہے۔ اگر والدین اس ذمہ داری کو صحیح شعور اور دینی بصیرت کے ساتھ ادا کریں تو نکاح کی راہ میں آنے والی بہت سی رکاوٹیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔

اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ والدین نیک نیتی کے باوجود معاشرتی دباؤ، رسم و رواج اور غیر

ضروری اندیشوں کی وجہ سے فیصلے مؤخر کرتے رہتے ہیں۔ "ابھی عمر کم ہے"، "کچھ اور بہتر دیکھ لیتے ہیں" اور "لوگ کیا کہیں گے" جیسے جملے بظاہر معمولی محسوس ہوتے ہیں، مگر یہی جملے وقت کے ساتھ نکاح میں غیر ضروری تاخیر کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسلام اس طرزِ فکر کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، بلکہ بروقت اور مناسب فیصلے کی تلقین کرتا ہے۔

والدین کی مثبت رہنمائی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اولاد کی دینی اور فطری ضروریات کو سمجھیں، ان سے کھل کر گفتگو کریں، اور نکاح کو ایک بوجھ یا سماجی مقابلہ بنانے کے بجائے ایک خیر اور آسان عمل کے طور پر دیکھیں۔ جب والدین خود سادگی، اعتدال اور تقویٰ کو اختیار کرتے ہیں تو اولاد بھی اسی راستے پر چلنے میں اطمینان محسوس کرتی ہے۔

اسی طرح سرپرستوں کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ غیر ضروری تحقیق، بار بار انکار اور کامل معیار کی تلاش میں وقت ضائع نہ کریں۔ اسلام میں نکاح کے لیے "ہر اعتبار سے مکمل" ہونے کی شرط نہیں رکھی گئی، بلکہ دین، اخلاق اور ذمہ داری کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اگر یہ اوصاف موجود ہوں تو تاخیر کے بجائے آسانی اختیار کرنا ہی حکمت ہے۔

یہ عملی اصول ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ نکاح کی اصلاح صرف نوجوانوں سے شروع نہیں ہوتی بلکہ اس کی اصل کنجی والدین اور سرپرستوں کے رویّوں میں ہے۔ جب یہ طبقہ سہولت، سمجھ داری اور دینی بصیرت کے ساتھ آگے بڑھے گا تو نکاح خود بخود آسان، بروقت اور بابرکت بنتا چلا جائے گا۔

معاشرتی سطح پر سادہ نکاح کو فروغ دینا

نکاح کو آسان بنانے کے لیے صرف فرد، والدین یا خاندان کی اصلاح کافی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لیے معاشرتی سطح پر بھی سوچ اور رویّوں میں تبدیلی ناگزیر ہے۔ جب تک پورا

معاشرہ مجموعی طور پر سادگی کو قبول نہیں کرتا، اس وقت تک نکاح کے راستے میں موجود بہت سی رکاوٹیں برقرار رہتی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ معاشرتی دباؤ نکاح کو مشکل بنانے میں ایک بڑا کردار ادا کرتا ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو خاندان سادگی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتے ہیں، انہیں معاشرے کی طرف سے سوالات، تنقید اور بعض اوقات تمسخر کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سادہ ولیمہ، محدود مہمان، یا کم اخراجات کو کم حیثیتی سے جوڑ دیا جاتا ہے، جبکہ فضول خرچی اور دکھاوے کو عزت اور وقار کا معیار بنا لیا گیا ہے۔ یہ سوچ دراصل اسلامی مزاج کے بالکل برعکس ہے، جو سادگی، اعتدال اور میانہ روی کو پسند کرتا ہے۔

اگر معاشرہ اجتماعی طور پر یہ طے کر لے کہ نکاح میں سادگی باعثِ شرم نہیں بلکہ باعثِ فخر ہے، تو بہت سی عملی مشکلات خود بخود حل ہو سکتی ہیں۔ جب سادہ نکاح کو قبولیت ملتی ہے تو والدین کو خوف نہیں رہتا، نوجوانوں کو حوصلہ ملتا ہے، اور خاندان بغیر دباؤ کے بروقت فیصلے کر سکتے ہیں۔ اس طرح نکاح محض ایک خاندانی عمل نہیں رہتا بلکہ ایک اجتماعی اصلاحی عمل بن جاتا ہے۔

معاشرتی اصلاح کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ علماء، اساتذہ، سماجی رہنما اور بااثر افراد خود سادگی کو اختیار کریں اور اسے عملی نمونے کے طور پر پیش کریں۔ جب معاشرے کے معتبر لوگ سادہ نکاح کو فروغ دیتے ہیں تو عام لوگوں کے لیے بھی اس پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر رہنماؤں کے اپنے عمل میں تضاد ہو تو اصلاح کی بات اثر کھو دیتی ہے۔

نکاح کو آسان بنانے کی یہ اجتماعی کوشش اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم رسم و رواج کے دباؤ سے نکل کر اسلامی اقدار کو ترجیح دیں۔ جب معاشرہ سادگی، تقویٰ اور سہولت کو اپنا مزاج بنا لے تو نکاح ایک مشکل مرحلہ نہیں بلکہ ایک خوشگوار، بابرکت اور بروقت عمل بن جاتا ہے، جس سے فرد اور معاشرہ دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

نکاح میں بروقت فیصلہ اور بلاوجہ تاخیر سے اجتناب

نکاح کو آسان بنانے کے عملی اصولوں میں ایک نہایت اہم اور اکثر نظر انداز کیا جانے والا پہلو بروقت فیصلہ کرنا ہے۔ بہت سے معاملات میں نکاح اس لیے مشکل نہیں ہوتا کہ کوئی حقیقی رکاوٹ موجود ہو، بلکہ اس لیے مؤخر ہو جاتا ہے کہ فیصلہ کرنے میں غیر ضروری تاخیر کر دی جاتی ہے۔ یہی تاخیر رفتہ رفتہ ایک مستقل رکاوٹ بن جاتی ہے۔

اکثر خاندان یہ سوچ کر فیصلے ٹالتے رہتے ہیں کہ ابھی کچھ وقت اور گزر جائے، حالات کچھ بہتر ہو جائے، یا شاید اس سے بہتر رشتہ مل جائے۔ بظاہر یہ سوچ احتیاط پر مبنی محسوس ہوتی ہے، مگر عملی طور پر یہی رویّہ نکاح میں دیر، ذہنی دباؤ اور فکری الجھنوں کا سبب بنتا ہے۔ اسلام ایسے غیر یقینی انتظار کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، بلکہ مناسب موقع پر درست فیصلہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

نکاح کے معاملے میں بروقت فیصلہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ جلد بازی یا بے سوچے سمجھے قدم اٹھایا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دین، اخلاق اور ذمہ داری کے بنیادی اوصاف موجود ہوں تو بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے۔ غیر ضروری تحقیق، بار بار مشورے بدلنا، یا ہر پہلو سے کامل ہونے کی شرط لگانا دراصل نکاح کو آسان کے بجائے مشکل بنا دیتا ہے۔

بروقت نکاح کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ نوجوان ذہنی اور جذباتی طور پر زیادہ متوازن ہوتے ہیں اور نئی زندگی کی ذمہ داری کو بہتر انداز میں سنبھال سکتے ہیں۔ اس کے برعکس جب نکاح بلاوجہ مؤخر کیا جاتا ہے تو نہ صرف عمر بڑھتی ہے بلکہ مسائل، خدشات اور معاشرتی دباؤ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اسلامی مزاج یہ ہے کہ انسان توازن کے ساتھ فیصلے کرے نہ بے جا جلدی، نہ غیر ضروری تاخیر۔ جب یہ توازن نکاح کے معاملے میں اختیار کیا جائے تو بہت سی وہ مشکلات خود بخود ختم ہو جاتی ہیں جو آج نکاح کو مشکل بنانے کا سبب بنی ہوئی ہیں۔

ولیمہ اور تقریبات میں سادگی

نکاح کے بعد ولیمہ اور اس سے جڑی تقریبات کو بھی نکاح کو مشکل بنانے کی ایک بڑی وجہ بنا دیا گیا ہے، حالانکہ اسلام نے ولیمہ کو خوشی اور شکر کے اظہار کا سادہ اور بابرکت ذریعہ بنایا ہے، نہ کہ نمود و نمائش اور مالی دباؤ کا سبب۔ ولیمہ دراصل نکاح کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور لوگوں کو خوشی میں شریک کرنے کا ایک آسان طریقہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ولیمہ نہایت سادگی سے کیا جاتا تھا۔ نہ بڑی بڑی دعوتیں ہوتیں، نہ غیر ضروری اہتمام، اور نہ ہی اس بات کی فکر ہوتی تھی کہ لوگ کیا کہیں گے۔ استطاعت کے مطابق چند لوگوں کو کھانا کھلا دینا بھی ولیمہ شمار ہوتا تھا، اور اسی میں برکت سمجھی جاتی تھی۔ اس سادگی کے باوجود نکاح باوقار، خوشی سے بھرپور اور یادگار ہوا کرتا تھا۔

آج کے معاشرے میں ولیمہ کو بھی ایک مقابلہ بنا دیا گیا ہے۔ مہنگے ہال، طویل فہرستِ مہمان، پرتعیش کھانے، سجاوٹ اور دیگر اخراجات نے ولیمہ کو ایک ایسا بوجھ بنا دیا ہے جس سے بہت سے خاندان گھبرا جاتے ہیں۔ بعض اوقات نکاح تو ہو جاتا ہے، مگر ولیمہ کے اخراجات کے خوف سے خوشی کا یہ مرحلہ بھی پریشانی میں بدل جاتا ہے۔

اسلامی مزاج یہ ہے کہ خوشی کا اظہار اسراف اور تکلف کے بغیر ہو۔ ولیمہ میں سادگی اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ خوشی ختم کر دی جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خوشی کو حدودِ شریعت اور استطاعت کے اندر رکھا جائے۔ جب ولیمہ سادہ ہوتا ہے تو اس میں دکھاوا نہیں ہوتا، قرض کا بوجھ نہیں ہوتا، اور دلوں میں خلوص باقی رہتا ہے۔

اگر معاشرہ مجموعی طور پر ولیمہ اور تقریبات میں سادگی کو قبول کر لے تو نکاح کے بعد آنے والا ایک بڑا مالی دباؤ خود بخود ختم ہو سکتا ہے۔ اس سے نکاح آسان بھی ہو گا، بروقت بھی، اور اس کی برکتیں بھی برقرار رہیں گی۔ یہی وہ طرزِ فکر ہے جو نکاح کو عبادت کی اصل روح کے قریب لے جاتی ہے، نہ کہ اسے رسم و رواج کے بوجھ تلے دبا دیتی ہے۔

باب ۵

قرآن وحدیث کے صریح دلائل

قرآن و سنت سے نکاح کی آسانی پر واضح نصوص

نکاح کو آسان بنانے کا تصور کوئی جدید یا وقتی اصلاحی سوچ نہیں، بلکہ یہ عین قرآن و سنت کی صریح تعلیمات پر مبنی ہے۔ اسلام نے نکاح کو انسانی فطرت، اخلاقی تحفظ اور معاشرتی استحکام کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے، اسی لیے شریعت نے اسے غیر ضروری پیچیدگیوں، مالی بوجھ اور سماجی رکاوٹوں سے پاک رکھنے کی ہدایت دی ہے۔

قرآنِ مجید میں نکاح کو سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ یہ اندازِ بیان اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ نکاح کا مقصد انسان پر بوجھ ڈالنا نہیں بلکہ اس کی زندگی میں توازن اور اطمینان پیدا کرنا ہے۔ اگر نکاح خوف، دباؤ، تاخیر اور پریشانی کا سبب بن جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم قرآنی مزاج سے دور ہو چکے ہیں۔

اسی طرح قرآن میں بار بار اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ فقر اور تنگی کو نکاح میں رکاوٹ نہیں بنانا چاہیے، کیونکہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ خود ہے۔ یہ تعلیم اس سوچ کو جڑ سے ختم کرتی ہے کہ نکاح صرف اسی وقت کیا جائے جب تمام مالی معیار مکمل ہو جائیں۔ در اصل اسلام انسان کو اسباب کے ساتھ اللہ پر اعتماد سکھاتا ہے، نہ کہ اسباب کو معبود بنا لینے کی اجازت دیتا ہے۔

سنتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ اس قرآنی تصور کی عملی تفسیر پیش کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے یہ واضح فرمایا کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں آسانی ہو، کم خرچ ہو اور تکلف سے پاک ہو۔ آپ ﷺ کے زمانے میں نکاح نہ سماجی نمائش تھا، نہ مقابلہ، بلکہ ایک سادہ اور باوقار دینی عمل تھا۔

اس باب میں ہم قرآنِ مجید کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں یہ دیکھیں گے کہ اسلام نکاح کے بارے میں کیا چاہتا ہے، اور ہم نے اس سادگی سے کس طرح انحراف کیا ہے۔ یہ دلائل محض نظری نہیں ہوں گے بلکہ ایسے واضح نصوص ہوں گے جو ہر صاحبِ ایمان کے لیے حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نکاح کو فقر کی وجہ سے مؤخر نہ کرنے کا حکم

قرآنِ مجید نے نکاح کے معاملے میں سب سے بڑی ذہنی رکاوٹ، یعنی غربت اور مالی خوف کو واضح الفاظ میں رد کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

(سورۃ النور:32)

ترجمہ: اور تم اپنے میں سے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو، اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا، اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

یہ آیت نکاح کو آسان بنانے کے باب میں ایک بنیادی اور فیصلہ کن قرآنی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں تین باتیں بالکل واضح انداز میں بیان فرمادیں:

- نکاح کا حکم دیا— محض مشورہ نہیں
- غربت کو نکاح میں رکاوٹ ماننے سے منع کیا
- رزق کی ذمہ داری خود اپنے ذمے لی

اس کے باوجود اگر معاشرہ یہ کہے کہ "پہلے سب کچھ بن جائے، پھر نکاح ہوگا" تو یہ دراصل قرآن کے وعدے پر عدمِ اعتماد کی علامت ہے۔

اسلام انسان کو یہ نہیں سکھاتا کہ نکاح اس وقت کیا جائے جب سب کچھ کامل ہو جائے، بلکہ یہ سکھاتا ہے کہ نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ آسانی اور وسعت کے دروازے کھولتا ہے۔

اسی لیے قرآن کے اس واضح حکم کے ہوتے ہوئے نکاح کو مالی معیار، حیثیت اور جمع پونجی سے مشروط کرنا قرآنی مزاج کے صریح خلاف ہے۔

نکاح کو آسان بنانے میں برکت کا معیار

نبی کریم ﷺ نے نکاح کے بارے میں یہ بنیادی اصول واضح فرمادیا ہے کہ نکاح کی برکت کا تعلق کثرتِ خرچ، شان و شوکت یا ظاہری اہتمام سے نہیں بلکہ آسانی اور سادگی سے ہے۔

اسی حقیقت کو آپ ﷺ نے نہایت جامع انداز میں یوں بیان فرمایا:

أَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَئُونَةً

(مسند احمد)

ترجمہ: سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ سب سے کم ہو۔

یہ حدیث نکاح کے بارے میں اسلامی مزاج کو پوری طرح واضح کر دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں نہ نسب کا ذکر کیا، نہ مال کا، نہ رسم و رواج کا، بلکہ نکاح کی برکت کو صرف ایک چیز سے جوڑا: آسانی۔

اس کے باوجود آج کے معاشرے میں نکاح کو جتنا زیادہ مہنگا، پیچیدہ اور رسمی بنایا جاتا ہے، اتنا ہی اسے "باعزت" سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سوچ براہِ راست سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہے۔ اگر زیادہ خرچ، زیادہ تقریبات اور زیادہ مطالبات واقعی برکت کا ذریعہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ ضرور اس کی ترغیب دیتے، مگر آپ ﷺ نے اس کے برعکس سادگی کو معیار قرار دیا۔

یہ حدیث اس غلط فہمی کو بھی ختم کرتی ہے کہ نکاح کی قدر و وقار اس کے اہتمام سے ہے۔ اسلام میں نکاح کا وقار اس کی نیت، سادگی اور اللہ پر اعتماد میں ہے، نہ کہ اسراف اور تکلف میں۔

اسی لیے جب نکاح کو آسان بنایا جاتا ہے تو وہ صرف ایک فرد یا خاندان کے لیے نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے خیر اور برکت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

نکاح میں دین اور اخلاق کو اصل معیار بنانے کی ہدایت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے معاملے میں ایک نہایت بنیادی اور فیصلہ کن اصول بیان فرمایا، جس سے نکاح کے تمام غلط معاشرتی معیار خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ (ترمذی)

ترجمہ: جب تمہارے پاس ایسا شخص (رشتہ) آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس کا نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔

یہ حدیث نکاح کے باب میں نہایت واضح اور دوٹوک رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نکاح کے لیے صرف دو معیار ذکر فرمائے:

- دین
- اخلاق

نہ مال کا ذکر ہے، نہ ذات برادری کا، نہ خاندان کی شان کا، اور نہ ہی رسم و رواج کا۔

بلکہ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ فرمائی کہ اگر دین اور اخلاق کے باوجود نکاح میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں تو اس کا نتیجہ فتنہ اور وسیع فساد کی صورت میں نکلے گا۔

یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ نکاح کو غیر ضروری معیاروں سے مشروط کرنا محض ایک معاشرتی مسئلہ نہیں بلکہ ایک سنگین دینی خطرہ بھی ہے۔

نکاح میں تکلف اور اسراف سے بچنے کی ہدایت

نبی کریم ﷺ نے نکاح کے معاملے میں صرف آسانی ہی نہیں بلکہ تکلف اور اسراف سے بچنے کی بھی واضح ہدایت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کا عمومی مزاج یہ تھا کہ شادی جیسے خوشی کے موقع کو بھی سادگی اور اعتدال کے ساتھ انجام دیا جائے، تاکہ یہ خوشی بوجھ نہ بن جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَعْظَمَ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ مَئُونَةً

(مسند احمد)

ترجمہ: عورتوں میں سب سے زیادہ بابرکت وہ ہے جس کا خرچ سب سے کم ہو۔

یہ حدیث صرف مہر یا نکاح تک محدود نہیں بلکہ پورے شادی کے نظام پر لاگو ہوتی ہے۔ اس میں واضح پیغام یہ ہے کہ جہاں اخراجات، تقاضے اور رسمیں بڑھتی جاتی ہیں، وہاں برکت کم ہو جاتی ہے۔

آج کے معاشرے میں نکاح سے پہلے اور بعد کے مراحل جیسے تقریبات، تحائف، دعوتیں اور دیگر انتظامات اس قدر بڑھا دیے گئے ہیں کہ شادی خوشی کے بجائے مالی اور ذہنی دباؤ بن جاتی ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے برکت کو کم خرچ کے ساتھ جوڑا ہے، نہ کہ زیادہ اہتمام کے ساتھ۔

یہ حدیث ہمیں یہ بھی سکھاتی ہے کہ برکت کا تعلق لوگوں کی تعریف یا سماجی معیار سے نہیں بلکہ اللہ کی رضا سے ہے۔ جب نکاح سادگی، اخلاص اور سنت کے مطابق ہوتا ہے تو وہ کم وسائل کے باوجود پُرسکون اور کامیاب ہوتا ہے، اور جب وہ اسراف اور تکلف سے بھر جائے تو زیادہ وسائل کے باوجود بے برکتی جنم لیتی ہے۔

ولیمہ میں سادگی اور استطاعت کا لحاظ

نکاح کے بعد ولیمہ سنتِ نبوی ﷺ ہے، لیکن اسلام نے اس سنت کو آسانی، اعتدال اور استطاعت کے ساتھ ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ولیمہ کا اصل مقصد اعلانِ نکاح اور شکرِ نعمت ہے، نہ کہ دکھاوا، مقابلہ بازی یا مالی دباؤ۔

اسلام نے جہاں ولیمہ کی اجازت اور ترغیب دی ہے، وہیں اسراف اور بے جا خرچ سے سختی کے ساتھ منع بھی فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید اس بارے میں ایک واضح اصول بیان کرتا ہے:

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ

(سورۃ الإسراء:27)

ترجمہ: بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ ولیمہ سمیت زندگی کے تمام معاملات میں اسراف ناپسندیدہ ہے۔ جب ولیمہ کو حد سے بڑھا دیا جائے، غیر ضروری اخراجات اور نمود و نمائش کو معیار بنا لیا جائے تو وہ عبادت کے بجائے بوجھ بن جاتا ہے۔

آج معاشرے میں ولیمہ کو سماجی مقابلہ بنا دیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں غریب اور متوسط طبقہ احساسِ کمتری، قرض اور دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ جو عمل خوشی اور شکر کے لیے تھا، وہ ان کے لیے آزمائش بن جاتا ہے، جبکہ اسلام ایسا نظام پسند نہیں کرتا جو چند لوگوں کے لیے سہولت اور اکثریت کے لیے مشکل بن جائے۔

اسلام میں اچھا ولیمہ وہ ہے جو سادہ، اسراف سے پاک، استطاعت کے مطابق اور اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ ایسا ولیمہ برکت کا سبب بنتا ہے اور معاشرے میں آسانی، رحمت اور اعتدال کو فروغ دیتا ہے۔

اللہ پر توکل اور نکاح میں آسانی کا قرآنی اصول

قرآنِ مجید نے نکاح کے معاملے میں صرف مالی خوف ہی کو رد نہیں کیا بلکہ ایک عمومی اصول بھی دیا ہے، اور وہ ہے اللہ پر توکل۔ اسلام انسان کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ ہر چیز اپنے حساب سے مکمل کر کے پھر اللہ کی اطاعت کرے، بلکہ یہ سکھاتا ہے کہ اطاعت کے ساتھ اللہ پر اعتماد رکھا جائے۔ نکاح اس اصول کی واضح مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا، وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(سورۃ الطلاق: 2,3)

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، اور اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

یہ آیت نکاح کے باب میں نہایت گہرا پیغام رکھتی ہے۔ نکاح کو مؤخر کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ سوچ ہوتی ہے کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی یا آمدنی کافی نہیں۔ قرآن اس سوچ کو بدل کر یہ اعتماد پیدا کرتا ہے کہ تقویٰ کے ساتھ کیا گیا فیصلہ اللہ کی مدد کو کھینچ لاتا ہے۔ جب انسان اللہ کے حکم پر چلتے ہوئے نکاح کرتا ہے تو رزق، سہولت اور راستے خود بخود پیدا ہوتے ہیں، چاہے عقلِ انسانی کو وہ نظر نہ آ رہے ہوں۔

اسی قرآنی اصول کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ

(ترمذی)

ترجمہ: اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے

گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ رزق خوف میں جینے سے نہیں بلکہ اللہ پر بھروسے کے ساتھ قدم اٹھانے سے ملتا ہے۔ پرندے گھونسلے میں بیٹھ کر رزق کا انتظار نہیں کرتے، بلکہ نکلتے ہیں — اس حدیث میں کامل توکل کی مثال پرندوں سے دی گئی ہے: وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں، محنت کرتے ہیں، اور شام کو پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں۔ توکل کا مطلب ہاتھ پر ہاتھ رکھنا نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے عملی کوشش کرنا ہے۔ اور اللہ ان کے لیے رزق کا انتظام کرتا ہے۔

نکاح کے معاملے میں بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ جو لوگ صرف اس وجہ سے نکاح مؤخر کرتے ہیں کہ "پہلے سب کچھ مکمل ہو جائے"، وہ دراصل توکل کے بجائے خوف کو بنیاد بنا رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ قرآن و سنت کا مزاج یہ ہے: اللہ کے حکم پر عمل، پھر اللہ کی مدد۔

یہی قرآنی و نبوی اصول نکاح کو آسان بنانے کی ایک مضبوط بنیاد ہے، جو یہ سکھاتا ہے کہ نکاح کو رزق کی شرط سے نہیں بلکہ تقویٰ اور توکل سے جوڑا جائے۔

نکاح کو فتنہ سے بچاؤ کا عملی حل قرار دینا

اسلام نے نکاح کو محض ایک معاشرتی بندھن نہیں بلکہ فتنوں سے بچاؤ کا ایک مضبوط اور عملی ذریعہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس حقیقت کو نہایت واضح انداز میں بیان فرمایا کہ نکاح انسان کو صرف حلال راستہ ہی نہیں دیتا بلکہ اسے اخلاقی، ذہنی اور روحانی بگاڑ سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ

(بخاری، مسلم)

ترجمہ: اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے، کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ حدیث نکاح کے مقصد کو نہایت واضح کر دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نکاح کو فتنوں سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا، نہ کہ فتنوں کے بعد اختیار کرنے والی چیز۔ یعنی اسلام یہ نہیں کہتا کہ پہلے انسان خود کو آزمائشوں میں ڈالے، پھر نکاح کرے؛ بلکہ یہ کہتا ہے کہ نکاح کے ذریعے خود کو آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔

اس حدیث میں غور طلب بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نکاح کو کسی خاص مالی معیار، سماجی حیثیت یا رسم و رواج سے مشروط نہیں کیا، بلکہ استطاعت کا لفظ استعمال فرمایا۔ استطاعت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ انسان ہر اعتبار سے مکمل ہو جائے، بلکہ اس کا مطلب بنیادی ذمہ داری نبھانے کی صلاحیت ہے۔

آج کے معاشرے میں اس حدیث کے بالکل برعکس رویّہ اپنایا جاتا ہے۔ نکاح کو اس وقت تک مؤخر کیا جاتا ہے جب تک عمر بڑھ نہ جائے، خواہشات شدت اختیار نہ کر لیں، اور فتنوں کا سامنا نہ ہو جائے۔ پھر انہی فتنوں کا شکوہ کیا جاتا ہے، حالانکہ نبی ﷺ نے ان سے بچنے کا واضح حل پہلے ہی بتا دیا تھا۔

یہ نبوی ہدایت اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ نکاح کو مشکل بنانا دراصل فتنوں کو دعوت دینا ہے، اور نکاح کو آسان بنانا معاشرے کو اخلاقی بگاڑ سے بچانے کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے سمجھ کر نکاح کے بارے میں ہماری سوچ یکسر بدل سکتی ہے۔

قرآنِ مجید نے انسانی معاشرے کو پاکیزگی، عفت اور اخلاقی تحفظ کے ساتھ جوڑنے کے لیے نکاح کو بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال راستے کو آسان اور قابلِ رسائی بنانے کا حکم دیا، تاکہ انسان گناہ، بے راہ روی اور فساد سے محفوظ رہے۔ قرآن بار بار اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ جب حلال راستہ موجود ہو تو انسان کے لیے پاکدامنی اختیار کرنا ممکن ہو جاتا ہے، اور جب یہی راستہ مشکل یا بند کر دیا جائے تو فتنہ لازماً سر اٹھاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں عفت کی حفاظت، پاکیزگی کے فروغ اور نکاح کی ترغیب کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا گیا ہے۔ اس قرآنی مزاج سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کو مشکل بنانا محض ایک انتظامی یا معاشرتی مسئلہ نہیں بلکہ اخلاقی اور دینی خرابی کی بنیاد بن جاتا ہے۔ جب معاشرے میں نکاح مؤخر ہوتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فتنوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اسی حقیقت کو نبی کریم ﷺ نے نہایت سخت اور فیصلہ کن الفاظ میں واضح فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دین اور اخلاق کے باوجود نکاح میں رکاوٹ ڈالی گئی تو اس کا نتیجہ زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو گا۔ یہ تنبیہ معمولی نہیں بلکہ اس بات کا اعلان ہے کہ نکاح کو مشکل بنانا پورے معاشرے کو خطرے میں ڈال دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتنہ اور فساد جیسے الفاظ استعمال کر کے یہ واضح کر دیا کہ نکاح میں تاخیر اور رکاوٹ کا اثر صرف ایک فرد تک محدود نہیں رہتا بلکہ پوری اجتماعی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔

آج کا دور اس نبوی تنبیہ کی زندہ تصویر بن چکا ہے۔ فتنہ اس قدر عام ہو چکا ہے کہ کوئی گاؤں، کوئی محلہ، کوئی گھر ایسا نہیں جہاں کسی نہ کسی شکل میں فتنہ اپنی جگہ نہ بنا چکا ہو۔ خاص طور پر موجودہ زمانے میں موبائل فون اور اس کے غلط استعمال نے فتنوں کو ہر ہاتھ، ہر آنکھ اور ہر کمرے تک پہنچا دیا ہے۔ فحاشی، بے حیائی، ناجائز تعلقات اور ذہنی آلودگی اب کسی ایک جگہ یا طبقے تک محدود نہیں رہیں، بلکہ یہ ایک خاموش اور مسلسل حملہ بن چکی ہیں۔

یہ سب دراصل شیطان کی وہ چال ہے جس سے بچنا اکیلے فرد کے لیے انتہائی مشکل ہو چکا

ہے۔ ایسے ماحول میں اگر نکاح کو بھی مؤخر، مشکل یا ناممکن بنا دیا جائے تو نوجوان کے لیے فتنوں سے بچنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کو فتنوں کے بعد اختیار کرنے والا حل نہیں بلکہ فتنوں سے پہلے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

قرآن و سنت کا پیغام بالکل واضح ہے: فتنوں کا علاج پابندیاں نہیں، بلکہ حلال راستے کی آسانی ہے۔ جب نکاح آسان ہو گا تو نگاہ، دل اور کردار کی حفاظت ممکن ہو گی۔ اور جب نکاح مشکل ہو گا تو خواہ کتنا ہی ماحول سنوارنے کی کوشش کی جائے، فتنہ اپنا راستہ بنا لے گا۔

اسی لیے نکاح کو آسان بنانا محض سماجی اصلاح نہیں بلکہ دینی ضرورت اور اخلاقی تحفظ کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے سمجھے بغیر نہ فرد محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ معاشرہ۔

نکاح کو سکون اور رحمت کا ذریعہ قرار دینا

قرآنِ مجید نے نکاح کے مقصد کو نہایت واضح اور جامع انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو محض ایک سماجی بندھن نہیں بلکہ انسانی زندگی کے سکون، محبت اور باہمی رحمت کی بنیاد قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً

(سورۃ الروم:21)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کے پاس سکون پاؤ، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔

قرآنِ مجید اس آیت میں نکاح کے تین بنیادی مقاصد بیان کرتا ہے:

- سکون (سَكِينَة)
- محبت (مَوَدَّة)
- رحمت (رَحْمَة)

یہ تینوں تصورات آسانی، قربت اور اطمینان سے جڑے ہوئے ہیں، نہ کہ خوف، دباؤ، تاخیر اور غیر ضروری پیچیدگی سے۔ اگر نکاح واقعی قرآنی ہدایت کے مطابق ہو تو وہ انسان کے لیے ذہنی سکون، اخلاقی تحفظ اور روحانی اطمینان کا ذریعہ بنتا ہے۔

اسی آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر نکاح کو اس قدر مشکل بنا دیا جائے کہ سکون کے بجائے پریشانی، محبت کے بجائے حساب کتاب، اور رحمت کے بجائے دباؤ پیدا ہو جائے، تو یہ قرآنی مقصد کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن نکاح کو زندگی کی سہولت بنانا چاہتا ہے، نہ کہ ایسا مرحلہ جس سے انسان خوف زدہ ہو جائے۔

قرآن و سنت کی روشنی میں حتمی نتیجہ

قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ کے واضح دلائل کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح سامنے آجاتی ہے کہ نکاح کو آسان بنانا کوئی اختیاری یا ثانوی مسئلہ نہیں بلکہ ایک بنیادی دینی تقاضا ہے۔ اسلام نے نکاح کو انسان کی فطری ضرورت، اخلاقی حفاظت اور معاشرتی استحکام کا ذریعہ قرار دیا ہے، اسی لیے شریعت نے اسے غیر ضروری پیچیدگیوں، مالی بوجھ اور مصنوعی معیاروں سے پاک رکھنے کی تعلیم دی ہے۔

قرآن نے جہاں نکاح کو سکون، محبت اور رحمت کا سبب بتایا، وہیں غربت، خوف اور حالات کو نکاح میں رکاوٹ بنانے سے صاف منع فرمایا۔ اسی طرح سنتِ نبوی ﷺ نے عملی طور پر یہ

واضح کر دیا کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو آسان، سادہ اور تکلف سے پاک ہو۔ ان دلائل کی موجودگی میں نکاح کو رسم و رواج، سماجی دباؤ اور دکھاوے کے ساتھ مشروط کرنا دراصل قرآن و سنت کے مزاج سے انحراف کے مترادف ہے۔

یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ نکاح کو مشکل بنانے کے اثرات صرف ایک فرد یا خاندان تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ فتنہ، بے راہ روی، ذہنی انتشار اور اخلاقی کمزوری اسی وقت بڑھتی ہے جب حلال راستہ مشکل اور دیر سے قابلِ حصول بنا دیا جائے۔ اس اعتبار سے نکاح کو آسان بنانا محض اصلاحی تجویز نہیں بلکہ ایک اجتماعی دینی ذمہ داری ہے۔

باب ٦

نکاح کو آسان بنانے کے لیے عملی معاشرتی تجاویز

اصلاحِ معاشرہ کی اجتماعی ذمہ داری

نکاح کو آسان بنانے کی کوشش صرف فرد، والدین یا کسی ایک خاندان تک محدود نہیں رہ سکتی، بلکہ یہ پورے معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ جب تک معاشرہ مجموعی طور پر اپنی سوچ، معیار اور رویّوں میں تبدیلی نہیں لاتا، اس وقت تک نکاح کی راہ میں موجود بہت سی رکاوٹیں اپنی جگہ قائم رہتی ہیں۔ ایک فرد اگر سادگی اختیار بھی کر لے تو معاشرتی دباؤ اسے دوبارہ وہیں لا کھڑا کرتا ہے جہاں رسم و رواج کو معیار سمجھا جاتا ہے۔

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ اصلاح صرف ذاتی عمل تک محدود نہ رہے بلکہ اجتماعی سطح پر اس کے اثرات ظاہر ہوں۔ نکاح کے معاملے میں بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ جب معاشرہ سادگی کو عزت، تقویٰ کو معیار اور سہولت کو حکمت سمجھے گا تو نکاح خود بخود آسان ہوتا چلا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر اجتماعی سوچ بدستور نمود و نمائش، مقابلہ بازی اور ”لوگ کیا کہیں گے“ کے گرد گھومتی رہے تو انفرادی اصلاح دیرپا ثابت نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ معاشرتی تبدیلی یک دم نہیں آتی، مگر اس کی ابتدا چند سنجیدہ، باخبر اور باہمت لوگوں سے ضرور ہوتی ہے۔ جب ایسے لوگ نکاح میں سادگی اختیار کرتے ہیں، غیر ضروری رسموں سے اجتناب کرتے ہیں اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں تو آہستہ آہستہ یہی

طرزِ عمل دوسروں کے لیے مثال بن جاتا ہے۔ یوں اصلاح ایک خاندان سے دوسرے خاندان اور پھر پورے معاشرے میں منتقل ہوتی ہے۔

لہٰذا نکاح کو آسان بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسے صرف ذاتی مسئلہ نہ سمجھیں بلکہ ایک اجتماعی اصلاحی فریضہ تصور کریں۔ یہی سوچ اس باب کی بنیاد ہے، جس میں آگے چل کر معاشرتی سطح پر قابلِ عمل تجاویز پیش کی جائیں گی۔

علماء، اساتذہ اور باا‌ثر افراد کا عملی کردار

نکاح کو آسان بنانے کی اجتماعی کوشش میں علماء، اساتذہ، خطباء اور معاشرے کے باا‌ثر افراد کا کردار نہایت اہم اور فیصلہ کن ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کی بات سنی جاتی ہے، جس کی پیروی کی جاتی ہے، اور جس کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر یہ طبقہ نکاح کے معاملے میں سادگی، اعتدال اور شریعت کی پابندی کو فروغ دے تو معاشرتی سوچ میں نمایاں تبدیلی آسکتی ہے۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ اصلاحی باتیں تو منبر اور مجالس میں کی جاتی ہیں، مگر عملی نمونہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ جب عام آدمی یہ دیکھتا ہے کہ دین کی بات کرنے والے خود مہنگی تقریبات، پرتعیش انتظامات اور غیر ضروری رسموں کا اہتمام کر رہے ہیں تو اصلاحی پیغام اپنی تاثیر کھو دیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر یہی لوگ سادہ نکاح کو عملاً اختیار کریں تو وہ بغیر تقریر کے سب سے مضبوط پیغام بن جاتا ہے۔

اساتذہ اور تعلیمی اداروں سے وابستہ افراد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نئی نسل کی ذہن سازی کریں۔ نوجوانوں کو شروع ہی سے یہ سکھایا جائے کہ نکاح کا معیار تقویٰ، اخلاق اور ذمہ داری ہے، نہ کہ دولت، نمود و نمائش اور سماجی مقابلہ۔ جب یہ سوچ تعلیم کے مرحلے میں پروان

چڑھتی ہے تو عملی زندگی میں فیصلے بھی اسی کے مطابق ہوتے ہیں۔

اسی طرح سماجی رہنما، پنچایتوں کے افراد، اور خاندانوں میں اثر رکھنے والے بزرگ اگر غیر ضروری رسموں کی حوصلہ شکنی کریں اور سادہ نکاح کی حمایت کریں تو بہت سے والدین اور خاندان حوصلہ پاتے ہیں۔ اکثر لوگ صرف اس خوف سے رسموں کو نبھاتے ہیں کہ کہیں تنہا نہ رہ جائیں؛ جب یہ خوف ختم ہو جائے تو اصلاح کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ معاشرتی اصلاح محض وعظ سے نہیں بلکہ عملی نمونوں سے آتی ہے۔ جب بااثر افراد نکاح میں سادگی، عدل اور دینی مزاج کو اپنا کر دکھاتے ہیں تو یہی عمل معاشرے کے لیے رہنمائی بن جاتا ہے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ نکاح ایک مشکل رسم کے بجائے ایک آسان، بابرکت اور قابلِ تقلید عمل بنتا چلا جاتا ہے۔

تعلیمی اداروں اور گھریلو تربیت کا کردار

نکاح کو آسان بنانے کے لیے ایک نہایت اہم مگر اکثر نظر انداز کیا جانے والا پہلو تعلیمی اداروں اور گھریلو تربیت کا کردار ہے۔ نکاح سے متعلق غلط تصورات، غیر ضروری معیار اور رسم ورواج کا بوجھ اچانک پیدا نہیں ہوتا، بلکہ یہ سوچ بچپن ہی سے آہستہ آہستہ ذہنوں میں بیٹھادی جاتی ہے۔ اگر ابتدا ہی میں صحیح فہم پیدا کر دی جائے تو بعد میں نکاح کو مشکل بنانے والے رویّے خود بخود کم ہو سکتے ہیں۔

گھروں میں بچوں کو یہ سکھایا جانا چاہیے کہ نکاح کوئی مقابلہ، نمائش یا سماجی برتری کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ذمہ دارانہ اور بابرکت رشتہ ہے۔ اگر بچپن ہی سے لڑکوں اور لڑکیوں کے ذہن میں یہ بات بٹھادی جائے کہ سادگی عیب نہیں، کم خرچ کم حیثیتی نہیں، اور دین و اخلاق اصل معیار ہیں، تو وہ بڑے ہو کر بھی نکاح کے معاملے میں غیر ضروری دباؤ کا شکار نہیں ہوں گے۔

اسی طرح تعلیمی اداروں کا کردار بھی بہت اہم ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور مدارس میں اگر خاندانی نظام، نکاح کی اہمیت اور اسلامی معاشرتی اقدار پر سنجیدہ اور متوازن گفتگو ہو تو نوجوان نسل کو بہت سی غلط فہمیوں سے بچایا جا سکتا ہے۔ تعلیم صرف ڈگری اور نوکری تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ زندگی کے اہم فیصلوں کے لیے فکری تیاری بھی اس کا حصہ ہونی چاہیے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب گھریلو تربیت اور تعلیمی ماحول دونوں کمزور ہوں تو نوجوان اپنی سوچ سوشل میڈیا، فلموں اور غیر اسلامی معاشرتی رجحانات سے اخذ کرتے ہیں۔ نتیجتاً نکاح ایک خواب، ایک شو یا ایک مہنگا ایونٹ بن کر رہ جاتا ہے، نہ کہ ایک سادہ اور قابلِ عمل ذمہ داری۔ اس خلا کو پُر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

لہٰذا نکاح کو آسان بنانے کی اجتماعی کوشش میں گھروں اور تعلیمی اداروں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر یہاں درست بنیاد رکھ دی جائے تو معاشرہ خود بخود ایسے افراد پیدا کرے گا جو نکاح کو بوجھ نہیں بلکہ نعمت سمجھیں گے، اور یہی سوچ آنے والی نسلوں کے لیے آسانی اور سکون کا سبب بنے گی۔

میڈیا اور سوشل میڈیا کا اثر اور ذمہ داری

نکاح کو مشکل بنانے یا آسان بنانے میں جدید دور کے میڈیا اور سوشل میڈیا کا کردار نہایت اہم اور فیصلہ کن ہو چکا ہے۔ آج نوجوانوں اور خاندانوں کی سوچ بڑی حد تک انہی ذرائع سے متاثر ہوتی ہے۔ فلمیں، ڈرامے، سوشل میڈیا ویڈیوز اور شادی سے متعلق آن لائن مواد نے نکاح کے تصور کو ایک سادہ دینی ذمہ داری کے بجائے ایک مہنگے، نمائشی اور خوابوں جیسے ایونٹ میں بدل دیا ہے۔

اکثر میڈیا میں شادی کو اس انداز سے پیش کیا جاتا ہے کہ شان و شوکت، مہنگی تقریبات، قیمتی لباس، زیورات اور بڑی محفلیں ہی کامیاب نکاح کی علامت بن جاتی ہیں۔ اس مسلسل نمائش کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عام گھرانے بھی لاشعوری طور پر انہی معیاروں کو اصل سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ ان کی استطاعت اور دینی مزاج اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یوں نکاح خواہش کے باوجود مؤخر ہوتا چلا جاتا ہے۔

سوشل میڈیا پر شادی کی ویڈیوز، فوٹو شوٹس اور "پرفیکٹ ویڈنگ" کے رجحان نے بھی اس مسئلے کو مزید بڑھا دیا ہے۔ لوگ اپنی حقیقی زندگی کے بجائے دوسروں کی منتخب اور بناوٹی جھلکیوں سے اپنا موازنہ کرنے لگتے ہیں۔ اس موازنے کا نتیجہ احساسِ کمتری، غیر ضروری خواہشات اور مالی دباؤ کی صورت میں نکلتا ہے، جو براہِ راست نکاح میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

حالانکہ میڈیا اور سوشل میڈیا اگر چاہیں تو نکاح کو آسان بنانے میں مثبت کردار بھی ادا کر سکتے ہیں۔ سادہ نکاح کی مثالیں، بابرکت شادیوں کے حقیقی واقعات اور اسلامی اقدار پر مبنی مواد لوگوں کی سوچ بدل سکتا ہے۔ مسئلہ میڈیا کے وجود کا نہیں بلکہ اس کے استعمال اور ترجیحات کا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ نکاح کے معاملے میں میڈیا کو معیار بنانے کے بجائے دین کو معیار بنایا جائے۔ جب لوگ یہ سمجھ لیں کہ ہر دکھائی جانے والی شادی حقیقت نہیں ہوتی اور ہر سادگی ناکامی نہیں ہوتی، تو نکاح سے جڑا بہت سا غیر ضروری دباؤ خود بخود ختم ہو سکتا ہے۔ یہی شعور معاشرتی اصلاح کی ایک اہم کڑی ہے۔

نوجوانوں کی دینی و عملی تیاری

نکاح کو آسان بنانے کی معاشرتی کوشش اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک خود نوجوانوں کی دینی اور عملی تیاری پر توجہ نہ دی جائے۔ اکثر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ نکاح کی ذمہ

داری صرف والدین یا معاشرے پر ہے، حالانکہ نوجوان خود بھی اس عمل کا ایک اہم فریق ہیں۔ اگر نوجوان ذہنی، اخلاقی اور عملی طور پر تیار نہ ہوں تو نکاح آسان ہونے کے باوجود مسائل کا شکار ہو سکتا ہے۔

دینی تیاری کا مطلب یہ ہے کہ نوجوان نکاح کو محض خواہش یا جذبات کی تکمیل نہ سمجھیں بلکہ اسے ایک عبادت، ذمہ داری اور امانت کے طور پر دیکھیں۔ جب نوجوان یہ شعور رکھتے ہوں کہ نکاح کے ساتھ حقوق، فرائض، صبر، برداشت اور قربانی بھی وابستہ ہے تو وہ غیر ضروری مطالبات، نمائش اور ضد سے خود بخود بچنے لگتے ہیں۔

اسی طرح عملی تیاری بھی نہایت ضروری ہے۔ نکاح سے پہلے ذمہ داری کا احساس، گھریلو معاملات کی سمجھ اور مالی نظم وضبط کی بنیادی صلاحیتیں نکاح کو پائیدار بناتی ہیں۔ اسلام نوجوانوں کو نکاح سے پہلے محنت، دیانت اور خود انحصاری کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ نکاح کے بعد دوسروں پر بوجھ نہ بنیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جب نوجوان خود سادگی کو ترجیح دیتے ہیں تو والدین اور معاشرہ بھی آہستہ آہستہ اسی سمت میں آنے لگتا ہے۔ بہت سی رسمیں دراصل اسی وقت مضبوط ہوتی ہیں جب نوجوان خود انہیں قبول کر لیتے ہیں یا ان پر خاموش رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جب نوجوان باوقار انداز میں سادگی اور دینی اصولوں کا مطالبہ کریں تو اصلاح کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

لہٰذا نکاح کو آسان بنانے کی اجتماعی جدوجہد میں نوجوانوں کی تربیت اور تیاری کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جب نوجوان خود نکاح کے دینی مقصد کو سمجھ لیں، سادگی کو عزت سمجھیں اور ذمہ داری کے لیے تیار ہوں تو نکاح نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ دیرپا سکون اور برکت کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

نکاح کے لیے معاشرتی تعاون اور سہولت کا نظام

نکاح کو آسان بنانے کے لیے صرف سوچ اور نظریے کی اصلاح کافی نہیں ہوتی، بلکہ عملی سطح پر معاشرتی تعاون اور سہولت کا نظام بھی ناگزیر ہے۔ بہت سے خاندان نکاح میں سادگی اور آسانی چاہتے ہیں، مگر اکیلے کھڑے ہونے کی وجہ سے ہمت ہار جاتے ہیں۔ اگر معاشرہ مجموعی طور پر سہولت فراہم کرے تو بہت سی رکاوٹیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔

اسلامی معاشرے کی ایک نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ اپنے کمزور اور ضرورت مند افراد کا سہارا بنتا ہے۔ نکاح کے معاملے میں بھی یہی مزاج مطلوب ہے۔ اگر محلے، خاندان یا برادری کی سطح پر ایسے انتظامات ہوں جہاں سادہ نکاح کے لیے جگہ، بنیادی سہولت یا تعاون مہیا کیا جائے تو مالی دباؤ نمایاں طور پر کم ہو سکتا ہے۔ اس سے نکاح کو "ذاتی مسئلہ" کے بجائے "اجتماعی خیر" سمجھنے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح اجتماعی سطح پر یہ طے کرنا کہ نکاح میں غیر ضروری تقاضے نہیں کیے جائیں گے، سادگی کو کم حیثیتی نہیں سمجھا جائے گا، اور سہولت کو ترجیح دی جائے گی، ایک مضبوط اصلاحی قدم ہے۔ جب خاندان جان لیں کہ معاشرہ ان کے سادہ فیصلے کے ساتھ کھڑا ہے تو "لوگ کیا کہیں گے" کا خوف خود بخود کم ہو جاتا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی جگہوں پر سادہ نکاح کے مثبت تجربات سامنے آئے ہیں، جہاں محدود وسائل کے باوجود نکاح باوقار، خوشگوار اور بابرکت ثابت ہوا۔ ایسے تجربات کو فروغ دینا اور انہیں معاشرتی مثال بنانا بھی اجتماعی ذمہ داری کا حصہ ہے۔ یہی مثالیں دوسروں کے لیے حوصلہ اور رہنمائی بنتی ہیں۔

لہٰذا نکاح کو آسان بنانے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرہ سہولت، تعاون اور خیر خواہی کا ماحول پیدا کرے۔ جب نکاح میں فرد اکیلا نہ رہے بلکہ معاشرہ اس کے ساتھ کھڑا ہو، تو نکاح واقعی آسان، بروقت اور اصلاحِ معاشرہ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

عملی تجاویز کا خلاصہ اور معاشرے کے لیے حوصلہ افزا پیغام

نکاح کو آسان بنانے کے لیے پیش کی گئی تمام معاشرتی تجاویز کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ وسائل کی کمی نہیں بلکہ سوچ کی خرابی ہے۔ جب تک نکاح کو نمائش، مقابلہ اور معاشرتی دباؤ کے دائرے میں دیکھا جاتا رہے گا، اس وقت تک کوئی بھی اصلاح دیرپا ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس کے برعکس جب نکاح کو عبادت، ذمہ داری اور اجتماعی خیر کے طور پر سمجھا جائے تو آسانی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اصلاح کسی ایک طبقے کی ذمہ داری نہیں۔ والدین، نوجوان، اساتذہ، معاشرہ اور بااثر افراد سب کو اپنے اپنے دائرے میں کردار ادا کرنا ہوگا۔ اگر ہر فریق یہ سوچ لے کہ "میں خود سادگی اختیار کروں گا اور دوسروں کے لیے آسانی کا سبب بنوں گا" تو نکاح کی راہ میں موجود بہت سی رکاوٹیں ختم ہو سکتی ہیں۔

اصلاح کے اس سفر میں سب سے بڑی ضرورت حوصلے اور ثابت قدمی کی ہے۔ جو لوگ سادگی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، انہیں ابتدا میں تنقید، سوالات اور دباؤ کا سامنا ہو سکتا ہے، مگر وقت کے ساتھ یہی طرزِ عمل مثال بن جاتا ہے۔ معاشرتی تبدیلی ہمیشہ خاموشی سے، مگر مضبوط بنیادوں پر آگے بڑھتی ہے۔

یہ باب اس حقیقت پر ختم ہوتا ہے کہ نکاح کو آسان بنانا کوئی غیر عملی خواب نہیں بلکہ ایک قابلِ حصول حقیقت ہے — بشرطیکہ ہم نیت، سوچ اور ترجیحات کو درست کر لیں۔ جب معاشرہ یہ فیصلہ کر لے کہ نکاح کو بوجھ نہیں بنانا بلکہ سہولت بنانا ہے، تو یہی نکاح فرد کے لیے سکون، خاندان کے لیے استحکام اور معاشرے کے لیے اصلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

باب ۷

نکاح کی اصلاح: فرد سے معاشرہ تک عملی ذمہ داریاں

نکاح کو آسان بنانے کے سلسلے میں قرآن و سنت کی واضح تعلیمات، عملی اصول اور معاشرتی اصلاح کے مختلف پہلو بیان کرنے کے بعد اب اصل سوال یہ سامنے آتا ہے کہ ان تعلیمات کو عملی زندگی میں کس طرح نافذ کیا جائے۔ کیونکہ محض دلائل کا جان لینا کافی نہیں ہوتا، اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر فرد اپنے دائرۂ اختیار میں ذمہ داری محسوس کرے اور اصلاح کا آغاز خود اپنی ذات سے کرے۔

اسلام کا طریقۂ اصلاح یہ نہیں کہ ساری ذمہ داری حکومت، اداروں یا کسی ایک طبقے پر ڈال دی جائے، بلکہ اسلام فرد، خاندان اور معاشرہ—تینوں کو اصلاح کے عمل میں شریک کرتا ہے۔ نکاح کے معاملے میں بھی یہی اصول پوری طرح لاگو ہوتا ہے۔ اگر فرد اپنی سوچ درست کر لے، خاندان اپنے رویّوں پر نظرِ ثانی کرے، اور معاشرہ سادگی، سہولت اور تقویٰ کو عزت دینے لگے تو نکاح کو مشکل بنانے والی بیشتر رکاوٹیں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں۔

در حقیقت نکاح کی اصلاح کسی ایک قدم یا ایک فیصلے کا نام نہیں بلکہ ایک تدریجی اور مشترکہ عمل ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہر فریق یہ سمجھے کہ وہ صرف تماشائی نہیں بلکہ اس اصلاحی عمل کا ذمہ دار حصہ ہے۔ فرد کی نیت اور ترجیحات، والدین کے فیصلے اور معاشرتی رویّے—سب مل کر ہی نکاح کے ماحول کو آسان یا مشکل بناتے ہیں۔

اب آگے اسی عملی تناظر میں یہ واضح کیا جائے گا کہ فرد کی ذمہ داریاں کیا ہیں، والدین اور

خاندان کو کن پہلوؤں میں اصلاح کی ضرورت ہے، اور معاشرہ مجموعی طور پر کس طرح نکاح کو آسان بنانے میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہی وہ عملی راستہ ہے جس پر چل کر نکاح دوبارہ ایک بوجھ کے بجائے نعمت، سہولت اور رحمت بن سکتا ہے۔

فرد کی ذمہ داری

نکاح کی اصلاح کا پہلا اور بنیادی نقطۂ آغاز فرد ہے۔ جب تک فرد خود نکاح کو عبادت، ذمہ داری اور پاکیزہ زندگی کا ذریعہ نہیں سمجھے گا، اس وقت تک کوئی بیرونی اصلاح مؤثر نہیں ہو سکتی۔
فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ:

- نکاح کو نمائش اور خواہش نہیں بلکہ دینی فریضہ سمجھے
- غیر ضروری مطالبات، رسموں اور مقابلہ بازی سے خود کو الگ رکھے
- سادگی کو کمزوری نہیں بلکہ سنت اور وقار سمجھے
- حلال راستے کو اختیار کرنے میں تاخیر کو خطرہ سمجھے، نہ کہ احتیاط

جب فرد خود سادگی اور تقویٰ کا انتخاب کرتا ہے تو وہ اصلاح کا پہلا عملی نمونہ بن جاتا ہے، اور یہی نمونہ آگے دوسروں کو متاثر کرتا ہے۔

والدین اور خاندان کی ذمہ داری

نکاح کو مشکل بنانے یا آسان بنانے میں والدین اور خاندان کا کردار فیصلہ کن ہوتا ہے۔ اکثر نیت نیک ہوتی ہے، مگر خوف، معاشرتی دباؤ اور "لوگ کیا کہیں گے" جیسی سوچ نکاح میں تاخیر اور سختی کا سبب بن جاتی ہے۔

خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ:

- دین اور اخلاق کو اصل معیار بنائے، نہ کہ رسم ورواج
- اولاد کی فطری اور دینی ضرورت کو سمجھے
- غیر ضروری تحقیق، تاخیر اور کامل معیار کی شرط نہ لگائے
- نکاح کو بوجھ نہیں بلکہ خیر اور حفاظت سمجھے

جب والدین سہولت کار بنتے ہیں تو نکاح آزمائش نہیں رہتا بلکہ سکون کا ذریعہ بنتا ہے، اور بہت سے فتنوں کا دروازہ وہیں بند ہو جاتا ہے۔

معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری

نکاح کی اصلاح صرف فرد اور خاندان تک محدود نہیں رہ سکتی، بلکہ اس کے لیے معاشرتی سطح پر قبولیت ضروری ہے۔ جب تک سادگی کو عزت نہ ملے اور فضول خرچی کو برا نہ سمجھا جائے، اس وقت تک اصلاح کمزور رہتی ہے۔

معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ وہ:

- سادہ نکاح کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے
- غیر ضروری رسموں کو معیار نہ بنائے
- آسانی اختیار کرنے والوں کو تنہا نہ چھوڑے
- سادگی کو مثال اور فخر بنایا جائے

اصلاح ہمیشہ چند باہمت لوگوں سے شروع ہوتی ہے، اور جب معاشرہ ان کے ساتھ کھڑا ہو جائے تو وہی اصلاح آہستہ آہستہ رواج بن جاتی ہے۔

خلاصہ

اس کتاب میں نکاح کو مشکل بنانے کے اسباب اور اسے آسان بنانے کے اسلامی حل کو قرآن و سنت، عملی تجربات اور معاشرتی حقائق کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابتدا ہی سے یہ بات سامنے رکھی گئی کہ نکاح محض ایک سماجی رسم نہیں بلکہ عبادت، ذمہ داری اور انسانی فطرت کی بنیادی ضرورت ہے۔ اسلام نے نکاح کو پاکدامنی، سکونِ قلب، اخلاقی تحفظ اور معاشرتی استحکام کا ذریعہ بنایا ہے، مگر وقت کے ساتھ ہم نے اسے رسم و رواج، نمائش اور غیر ضروری تقاضوں کے بوجھ تلے دبا دیا ہے۔

کتاب کے ابتدائی ابواب میں یہ واضح کیا گیا کہ نکاح کو مشکل بنانے کی سوچ درحقیقت اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ قرآنِ مجید نے غربت اور تنگی کو نکاح میں رکاوٹ بنانے سے منع فرمایا اور اللہ پر توکل کی تعلیم دی، جبکہ سنتِ نبوی ﷺ نے سادہ، کم خرچ اور آسان نکاح کو سب سے زیادہ بابرکت قرار دیا۔ ان واضح نصوص کے باوجود معاشرتی سطح پر مال، ذات، رسمیں اور دکھاوا معیار بن گئے، جس کے نتیجے میں نکاح میں تاخیر، فتنہ اور اخلاقی بگاڑ عام ہوتا چلا گیا۔

اِس کے ساتھ ہی نکاح کو مشکل بنانے والے عملی اسباب جیسے جہیز، بارات، غیر ضروری تقریبات، موسیقی، بے پردگی، غیر محرم اختلاط، تصاویر و نمائش اور معاشرتی دباؤ کا تنقیدی جائزہ لیا گیا۔ یہ بات واضح کی گئی کہ یہ تمام امور نہ قرآن سے ثابت ہیں اور نہ سنت سے، بلکہ اکثر اوقات یہی رسمیں شادی کے بعد جھگڑوں، دلوں کی کدورت اور رشتوں کی خرابی کا سبب بنتی ہیں۔

اس کے بعد کتاب نے نکاح کو آسان بنانے کے عملی اصول بیان کیے: کم مہر، مالی سادگی، بروقت فیصلہ، والدین کی مثبت رہنمائی اور معاشرتی تعاون۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا گیا کہ

آج کے فتنوں بھرے دور میں، خصوصاً موبائل فون، سوشل میڈیا اور بے حیائی کے عام ماحول میں، نکاح کو مؤخر کرنا نوجوانوں کے لیے فتنوں سے بچنا انتہائی مشکل بنا دیتا ہے۔ اسلام نے نکاح کو فتنوں کے بعد کا حل نہیں بلکہ فتنوں سے پہلے کا تحفظ قرار دیا ہے۔

آخری حصے میں نکاح کی اصلاح کو فرد، خاندان اور معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری کے طور پر پیش کیا گیا۔ فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ نکاح کو عبادت سمجھے اور سادگی اختیار کرے، والدین اور خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ سہولت کار بنیں نہ کہ رکاوٹ، اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ سادہ نکاح کو قبولیت، عزت اور حوصلہ دے۔ جب یہ تینوں سطحیں ایک ساتھ درست ہو جائیں تو نکاح خود بخود آسان اور بابرکت بن جاتا ہے۔

بالآخر اس کتاب کا خلاصہ یہی ہے کہ نکاح کو آسان بنانا کوئی جدید نعرہ یا وقتی اصلاح نہیں بلکہ عین قرآن و سنت کا تقاضا ہے۔ جب ہم اپنے بنائے ہوئے معیار چھوڑ کر اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کرتے ہیں تو نکاح بوجھ نہیں رہتا بلکہ سکون، رحمت اور اصلاحِ معاشرہ کا مضبوط ذریعہ بن جاتا ہے۔

آخر میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اس کتاب کا مقصد نہ کسی خاص طبقے پر تنقید کرنا ہے اور نہ ہی معاشرے کی صرف برائیوں کو گنوانا، بلکہ نیت یہ ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں نکاح کے اس بابرکت عمل کو اس کی اصل سادگی، سہولت اور وقار کے ساتھ دوبارہ زندہ کیا جائے۔ اگر یہ تحریر کسی ایک فرد کی سوچ بدلنے، کسی ایک خاندان کو سہولت اختیار کرنے، یا کسی ایک نکاح کو بلاوجہ تاخیر سے بچانے کا سبب بن جائے تو یہی اس کتاب کی سب سے بڑی کامیابی ہو گی۔

یہ تحریر دراصل ایک دعوت ہے — اپنے بنائے ہوئے معیار چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کی طرف لوٹ آنے کی دعوت۔ اب اس کے بعد جو کچھ ہے وہ

ہماری نیت، ہمت اور عمل پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے، قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے اللہ! ہم سے اس عاجزانہ کوشش کو قبول فرما، اس میں جو حق ہے اسے پھیلا دے، اور جو کوتاہی، لغزش یا غلطی ہے اسے اپنے فضل سے معاف فرما۔

اے اللہ! ہمیں نکاح کو آسان بنانے والوں میں شامل فرما، اور ہمیں ان لوگوں میں نہ کرنا جو حلال کو مشکل اور فتنوں کو آسان بنا دیتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے نوجوانوں کی نگاہوں، دلوں اور کردار کی حفاظت فرما، ان کے لیے حلال راستے آسان فرما، اور انہیں فتنوں کے اس دور میں اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ۔

اے اللہ! والدین کو حکمت، نرمی اور دینی بصیرت عطا فرما، خاندانوں کے دلوں کو جوڑ دے، اور ہمارے معاشرے سے غیر ضروری رسم ورواج، اسراف اور دکھاوے کو ختم فرما۔ آمین۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ